وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ

اور روزہ رکھنا تمہارے لئے
بہتر ہے اگر تم جان لو

(القرآن)

ETHICS
اخلاقیات

SPIRITUALISM
روحانیت

PENITENCE
توبہ

روزہ کے رموز

PIETY
تقویٰ

SINCERITY
اخلاص

PATIENCE
صبر

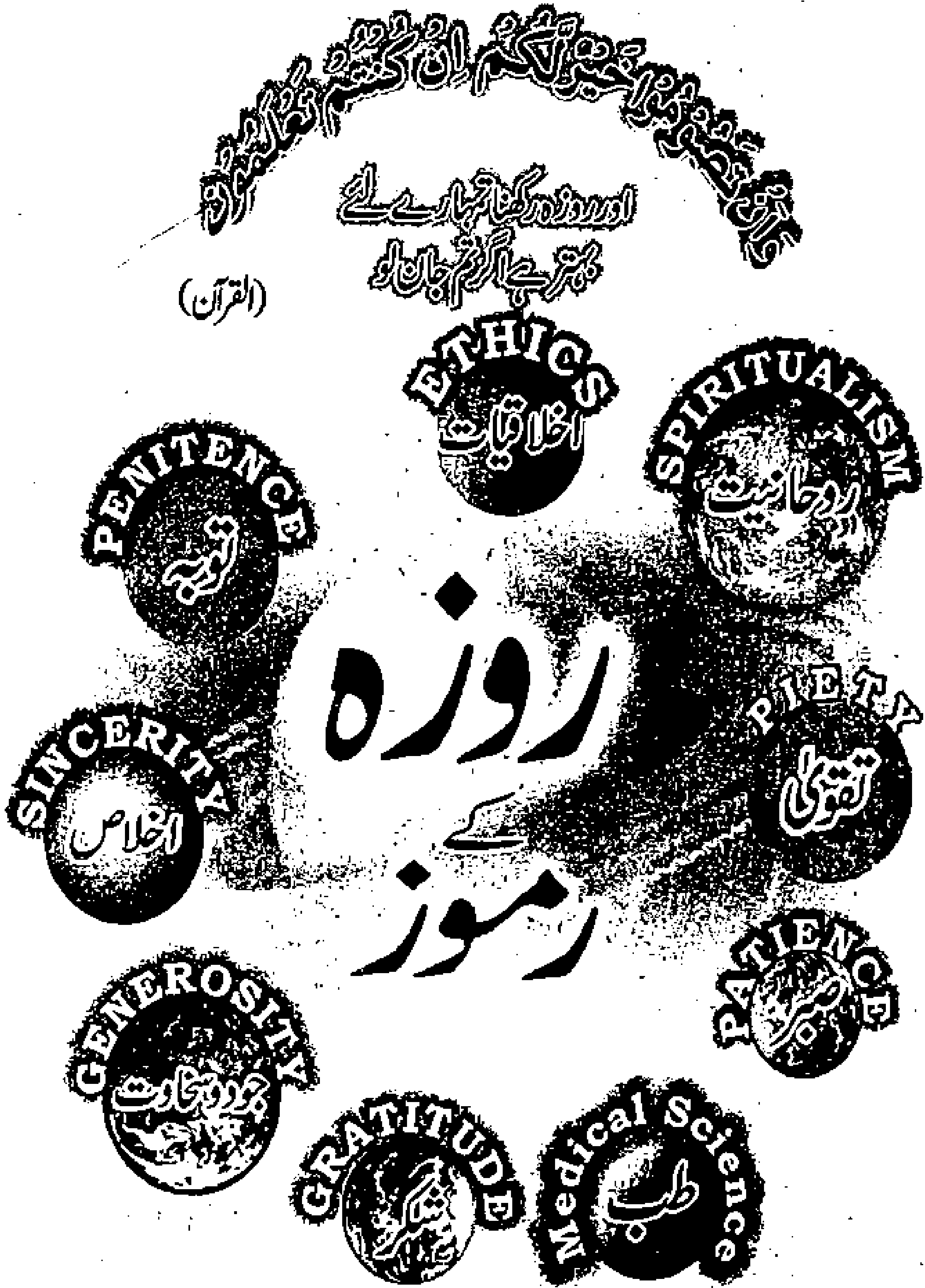
GENEROSITY
جود و سخاوت

GRATITUDE
شکر

Medical Science
طب

صاحبزادہ عزیر محمود الازہری

K KHALEEQ AHMED PROCESS(Hyderabad)Ph: 17-10-2005 Job # 223



صاحبزادہ عزیز محمود الازہری

کتاب	:	روزہ کے رموز
مصنف	:	صاحبزادہ عزیر محمود الازہری
اشاعت	:	اول
تاریخ اشاعت	:	اکتوبر 2005
کمپوزنگ	:	ساجد حسین زبیری
ناشر	:	رکن الاسلام پبلیکیشنز حیدرآباد
صفحات	:	64
قیمت	:	50/=

ملنے کا پتہ

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد

PH-0222-617086-633794

فہرست

فہرست

فہرست

اھداء

اس حبیب لولاک کی بارگاہِ بیکس پناہ میں پیش کرنے کی
جسارت کر رہاں ہوں کہ

ایمان ملا ان کے صدقے قرآن ملا ان کے صدقے
رحمٰن ملا ان کے صدقے وہ کیا ہے جو ہم نے پایا نہیں

شفیع المذنبین کی ایک
نگاہ کرم کا محتاج

تقریظ

حضرت علامہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر الوری دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلّی ونسلّم علی رسولہ الکریم

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو ظاہری باطنی، روحانی جسمانی ہر قسم کے بے شمار فوائد سے سرشار کر دیتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نہ کھانا پینا یہ اسکے رب کی صفت ہے اور روزے میں انسان "تخلّقوا باخلاق اللّٰہ" کے حکم کے موجب اپنے رب کی اس صفت سے اپنے آپ کو متصف کر کے اس کے وصال اور اس کے خاص قرب سے ہمکنار ہو جاتا ہے اور اسی خاص قرب کی طرف اس حدیث مبارک میں اشارہ کیا گیا "اَلصَّومُ لِی وَ اَنَا اَجْزِی بِہٖ" لفظ "اُجْزٰی بہٖ" کو مجہول پڑھا جائے تو اس کے معنی یہ بنیں گے کہ روزے کی جزاء یہ ہے کہ اس کے بدلے میں خود رب اس کو مل جاتا ہے اور رب کا وصال اس کو نصیب ہو جاتا ہے۔ ایک بندے کے لئے اس سے بڑی دولت کیا ہوگی کہ اس کو اپنے خالق و مالک، اپنے رب کا قرب و وصال نصیب ہو رہا ہے۔

اس عظیم عبادت کے مختلف پہلوؤں کو قرآن و حدیث اور جدید سائنس کی روشنی میں عزیزم عزیر محمود سلمہ اللہ تعالیٰ نے بڑے خوبصورت اور دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی یہ تحریر اس عظیم عبادت کی طرف لوگوں کی رغبتوں میں مزید اضافے کا باعث بنے گی اور لوگ اس تحریر کو پڑھ کر رمضان المبارک کے علاوہ بھی دیگر نوافل روزے رکھ کر روزے کے جسمانی اور روحانی فوائد و برکات سے اپنے آپ کو ضرور مستفیض کریں گے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے ہمکنار فرمائے اور عزیزم عزیر محمود سلمہ اللہ تعالیٰ کو دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ علی آلہ واصحابہ اجمعین

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر غفرلہ

تقریظ

جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث

حضرت علامہ غلام فرید سعیدی زید مجدہٗ وعلمہٗ

حامداً وّ مصلّیاً وّ مسلّماً فاضل جلیل عالم نبیل علامہ صاحبزادہ عزیز محمود (سلمہ المعبود) الازہری (حفظہ الباری) کی کتاب جس کو موصوف نے روزہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے، قلت وقت اور رمضان شریف کی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر مختلف مقامات سے سرسری طور پر ورق گردانی کا موقعہ ملا جس سے معلوم ہوا کہ مصنف نہایت عرق ریزی اور جاں فشانی سے بحر ہائے علوم وفنون میں غوطہ زن ہوکر کتنا گراں قدر موتی منظر عام پر لائے ہیں اور کیسے کیسے جو ہر ہائے گراں مایا نوع انسانی کی فلاح وبہبود کے لئے منصۂ شہود پر جمع کئے ہیں۔ فاضل الازہری نے اپنی فہم وفراست اور زور خطابت سے اس کتاب ثمین وصغیر کو کس طرح موجز ودل پزیر بنایا ہے۔ مصنف چونکہ علوم قدیم وجدید سے آراستہ وپیراستہ ہیں ازیں وجہ انہوں نے اپنی تحقیقی فکر وفصاحت اور سائنسی طرزِ وضاحت سے ایسے نکاتِ لطیفہ اخذ کئے ہیں کہ جن کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالٰی کتاب کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوجائے گا لہذا یہ کتاب عام قارئین کے لئے سرمایۂ اخلاص وروحانیت ہے اور دور جدید کے علماء وواعظین کے لئے بیش بہا خزانۂ خطابت ہے اور عصر حاضر کے صوفیاء کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔

فَلْيَقْرَءُوْا وَالْيَسْتَفِيْدُوْا فَالْيُفِيْدُوْا

دعا گو ودعا جو

فقیر غلام فرید سعیدی

پیش لفظ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوۃ والسلام علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تک اسے کسی شئی کی افادیت کے بارے میں علم نہ ہو یا کسی شئی کی حقیقت سے آشنائی نہ ہو تو وہ اسے نظر انداز کر دیتا ہے، اسے اہمیت نہیں دیتا لیکن اگر انسان کو اس شئی کی افادیت کا اندازہ ہو جائے یا اس کی حقیقت کا علم ہو جائے تو اس کے حصول کے لئے جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتا اسکی واضح مثال میدان جہاد میں لڑنے والے مرد مجاہد کی ہے جو مرئی حیات (Visible life) کو غیر مرئی حیات (Invisible life) کے لئے قربان کر دیتا ہے، وہ انعامات وہ لذتیں جن کو وہ اس دنیا میں دیکھ رہا ہے، جن سے لطف اندوز ہو رہا ہے اُن اَن دیکھی نعمتوں کے لئے صرف اس لئے قربان کر دیتا ہے کہ اسے تھوڑی سی آگاہی حاصل ہو جاتی ہے، اس حیات ابدی کے بارے میں اسے معمولی سی آشنائی حاصل ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح اسلام کے عظیم ترین رکن ''روزہ'' کے بارے میں جسے آشنائی حاصل نہیں ہوتی یا اس کے فوائد و نتائج کے بارے میں واقفیت نہیں ہوتی تو وہ بالکل صحت مند و تندرست ہوتے ہوئے بھی جان بوجھ کر مریض بن جاتا ہے، طرح طرح کے بہانے بناتا ہے یا پھر مال و دولت کے گھمنڈ میں کفریہ جملے ادا کرنے شروع کر دیتا ہے کہ یہ کام ہمارا نہیں، روزہ رکھنا، بھوکا پیاسا رہنا غریبوں فقیروں کا کام ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لیکن جس پر روزے کے تھوڑے سے بھی اسرار و رموز کھل جاتے ہیں، اپنے رب کے لئے بھوک

ویاس برداشت کرنے کی حقیقت سے آشنا ہوجاتا ہے تو وہ قرآن کی اس آیت کی عملی تفسیر بن جاتا ہے کہ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (کہ روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہوجائے) یعنی اگر تم پر اس کے حقائق ومعارف کھل جائیں تو کسی قیمت پر بھی روزے کو نہ چھوڑو۔ یہی وجہ ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر پر جب روزے کے کچھ Economically اور Madically فوائد آشکارا ہوئے تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھا کہ اسلام اگر اپنے ماننے والوں کو کوئی اور حکم یا ہدایت نہ بھی دیتا تو ایک روزہ ہی کافی تھا اس طرح بے شمار اقوال وافکار غیر مسلم مفکرین کے اسلامی احکامات کی صداقت اور جامعیت کے متعلق انٹرنیٹ اور کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔

الغرض فقیر نے بھی اپنی کم علمی وفہمی کے باوجود چند دینی ودنیاوی فوائد وکمالات بیان کرنے کی کوشش کی ہے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے اس فرمان کے مصداق کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ، اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب شخص کون ہے تو آپ نے فرمایا اَنْفَعُ لِلنَّاس جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع دیتا ہے، بس یہی امید ہے کہ ہوسکتا ہے کائنات میں کسی کو بھی اس کلام سے نفع پہنچ جائے تو نگاہ خالق وحبیب کا مستحق ہوجاؤں۔

طالبِ فضلِ وَدود

صاحبزادہ عزیر محمود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزہ اور روحانیت

Fasting & Spritualism

روزے کا روحانیت کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے نیز روحانی ترقی کے لئے کتنا اہم ہے، اس کا اندازہ مسلم شریف کی اس حدیث مبارک سے کیجئے جس میں صحابہ کبار نے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے پیر کے روز روزہ رکھنے کی وجہ دریافت کی کہ کیا وجہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی پیر کا دن آتا ہے آپ کھانے پینے وغیرہ سے رک جاتے ہیں یعنی روزہ رکھتے ہیں تو میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے صحابیو! اس دن میری ولادت ہوئی یعنی اپنے یوم ولادت کی خوشی میں روزہ رکھ رہا ہوں۔ حدیث مبارک کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضِیَ اللّٰہُ عنہُ قالَ سُئِلَ رسولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الاِ ثْنَیْنِ فقَالَ فِیْہِ وُلِدْتُ ☆

یوم ولادت پر خوشی کا طریقہ:

اس حدیث مبارک کو پڑھنے کے بعد ذہن میں یہ سوال گردش کرنے لگتا ہے کہ دنیا کی نامور اور عظیم شخصیات جب اپنی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرتی ہیں یا یوں کہیے کہ جب اپنی Birthday Celebrate کرتی ہیں تو انواع واقسام کے کھانے کھا کر اور کھلا کر خوشی کا اظہار کرتی ہیں لیکن وہ ذات کہ جس کے

☆ مسلم ج1 ص368، ترمذی ج1 ص93، ابوداود ج1 ص329، ابن ماجہ 164

دردولت سے رزق تقسیم ہوتا ہے، کائنات کی دولتیں تقسیم ہوتی ہیں، وہ ذات اقدس کہ جس کا نام مبارک لے کر عظیم لوگوں کی فہرست میں شامل ہوا جاتا ہے، جب وہ اپنا یوم ولادت مناتی ہے یا میلاد کی خوشی مناتی ہے تو اس انداز میں خوشی کا اظہار کرتی ہے کہ پورا دن بھوکا پیاسا رہ کر اپنے خالق و مالک کیلئے روزہ رکھتی ہے، آخر کار اس میں حکمت کیا ہے، راز کیا ہے؟ کیا معاذ اللہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے دردولت پر کسی چیز کی کمی تھی، کھانے پینے کی قلت تھی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوکا پیاسا رہ کر خوشی کا اظہار کیا، بخدا ہرگز ایسا نہیں، اس کے متعلق پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ تو وہ ذات اقدس ہے کہ جس کی نعلین پاک کے صدقے دنیا کھاتی ہے، جس کے وجود کے صدقے دنیا کو وجود عطا ہوا، میں نہیں کہتا بخاری شریف کی حدیث ہے سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "**اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِىْ**" ☆ دیتا سب کچھ اللہ ہے لیکن بٹوا تا میرے ہاتھوں سے ہے، جبکہ دوسری حدیث قدسی میں حبیب کی عظمت کو اسطرح آشکارا کیا کہ "**لَوْلَاكَ لَمَا أَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ**" کہ اے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو اس کائنات میں کسی کو نہ پالتا ☆، لہذا اس ذات پاک کے دردولت پر کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے، تو پھر وہ کیا راز ہے جس پر میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام اپنی امت کو مطلع کرنا چاہتے ہیں؟

انسان جسم وروح کے امتزاج کا نام:

حضور والا! اس راز یا حکمت کو جاننے سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ انسان جسم اور روح کے امتزاج کا نام ہے۔ محض جسم کو بھی انسان کا نام نہیں دیا جاتا اور نہ ہی صرف روح کو انسان کہتے ہیں۔ لہذا ان دونوں کی اپنی

☆ بخاری ج 1 ص 16 کتاب العلم ☆ مکتوبات مجدد سرہندی ج 3 ص 232 جواہر البحار، ج 2 ص 10

اپنی ضروریات ہیں مثلاً اگر آپ جسم کو تندرست و توانا رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے آپ کو مناسب غذا، ہوا اور آرام چاہئے جس پر Medical Science تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ اگر آپ Medical Science کے بتائے ہوئے Rules کو Follow کریں گے تو کبھی بھی بیمار نہیں ہونگے۔

جسم کی تندرستی اور Medical Science:

یہی وجہ ہے کہ جب ایک مریض اپنی شکایت لے کر Doctor کے پاس جاتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس کی Diet متعین کرتا ہے اور غیر متناسب Diet کے نقصان سے آگاہ کرتا ہے مثلاً مرغن غذا زیادہ نہیں کھانی چاہئے، پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہئے، کھانا آہستہ آہستہ اور چبا چبا کر کھانا چاہئے ورنہ Digestive System (نظام ہضم) تباہ ہو جائے گا اور پھر اسی وجہ سے Flatulence (اپھارہ)، Dyspepsia (بدہضمی) اور Pepticulcer (معدے کا السر) جیسے خطرناک اور موذی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شراب نہ پئیں، نشہ آور چیزیں چھوڑ دیں یہ چیزیں جگر، دل و دماغ کے لئے انتہائی درجہ نقصان دہ ہیں۔ Cholestrol بڑھ جاتا ہے Heart Attack کے خدشات زیادہ ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ، غرضیکہ وہ Specialist، وہ Foreignqualified Doctor، Scientific اور Medical Research کے ذریعے یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر جسم کو صحت مند و توانا رکھنا ہے تو ان اصولوں پر عمل کرنا پڑے گا، ہم ان باتوں سے نہ صرف متاثر ہوتے ہیں بلکہ ہزاروں روپے فیس لٹا کر فخر سے دوسروں کو یہ بتاتے ہیں کہ Medical Science یہ کہہ رہی ہے، آج کی

جدید تحقیق یہ ثابت کر رہی ہے کہ اگر جسم کو تندرست و توانا رکھنا ہے تو غذا کے معاملے میں، آرام کے معاملے میں ان ان باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ لیکن تعجب ہے غیر مسلموں کے لئے اور شرمندگی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کہ جن صحت کے رازوں اور اصولوں کو آج Modern Science بیان کر رہی ہے میرا حبیب، کائنات کا والی، دو جہاں کا بادشاہ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوۃ والسلام 1400 سال پہلے ان اصولوں کو بیان کر گیا۔

اگر آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اطہر کا مطالعہ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ کس طرح رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام غذا چبا چبا کر کھایا کرتے تھے، پیٹ بھر کر کبھی کھانا تناول نہیں فرماتے تھے، ثقیل غذاؤں سے اجتناب برتتے تھے، بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، ہاتھ دھو کر کھانے کی ابتداء کرتے، پانی پینے کے آداب، آرام کرنے کے، اٹھنے بیٹھنے کے، غرضیکہ بے شمار صحت کے وہ سنہری اصول جن کو اپنا کر آج Medical Science ترقی کے زینے طے کر رہی ہے وہ اس طبیب اعظم کے مرہون منت ہیں جس کے لئے خلّاقِ عالم کہتا ہے "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحىٰ" (وہ نہیں کہتا اپنی خواہش سے کوئی بات وہی کہتا ہے جو وحی کی جاتی ہے) ☆

روزے کے ذریعے میلاد منانے کی حکمت:

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد اب میں قارئین کی توجہ اس نکتے کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ وہ کونسی حکمت تھی، وہ کیا راز تھا کہ والی کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی ولادت کی خوشی بھوکا پیاسا رہ کر منائی یعنی

☆سورۃ النجم آیت نمبر 3

روزہ رکھ کر میلاد منایا۔

درحقیقت وہ حبیب کبریا علیہ الصلوۃ والسلام اپنی امت کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ اے امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بتائے ہوئے جن غذائی اور صحت کے اصولوں کو اپنا کر آج Medical Science جسم کی صحت وتندرستی کی ضمانت دے رہی ہے اگر تمہیں اپنے نبی پر یقین کامل ہے، اگر تم اپنے نبی سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو ایک بار میرے بتائے ہوئے دوسرے اصولوں میں سے روزے کو بھی اپنا کر دیکھو، بھوکا پیاسا رہ کر دیکھو تمہاری روح کو صحت وتندرستی ملتی چلی جائے گی اور وہ تمام امراض ختم ہوتے چلے جائیں گے جس میں تمہاری روح کئی سالوں سے مبتلا ہے، کیونکہ جس طرح جسم کی غذا کھانا ہے بالکل اسی طرح روح کی غذا نہ کھانا ہے۔ اسی لئے تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے یوم وصال (بغیر افطار کئے مسلسل روزہ رکھنا) کے روزے رکھنے کے بعد فرمایا کہ "یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِیْ" کہ مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے☆، علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس کھلانے پلانے سے ظاہری غذا مراد نہیں بلکہ وہ رب محمد اپنے حبیب کو اپنی دید کے جام پلا کر سیر کیا کرتا تھا، لہٰذا اب اگر اپنی روح کو اس مقام پر پہنچانا مقصود ہو کہ وہ مشاہدہ حق میں مصروف ہو جائے، اس کے انوار وتجلیات سے منور ہو جائے تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے دیئے ہوئے اس تحفے کی قدر کرو اور صرف رمضان المبارک میں ہی روزے نہ رکھو بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سال کے بقیہ مہینوں میں بھی روزہ رکھ کر دیکھو اور اپنی روحانی صحت وترقی کے حوالے سے خود مشاہدہ کرو۔

☆بخاری ج1 ص263، مسلم ج1 ص350، ابوداود ج1 ص322، ترمذی ص97

روزہ اور اخلاق

Fastings & Et hics

روزے کے ذریعے انسانی اخلاق پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور کیا اخلاق عمدہ اور بہتر بنانے کے لئے روزہ اہم کردار ادا کرسکتا ہے، اس سوال کا جواب تلاش کرنے سے پہلے یہ بتانا مناسب سمجھوں گا کہ

عالمی خطرہ:

آج پوری دنیا جس خطرے سے دوچار ہے، یا یوں کہئے جو عالمی خطرہ پوری دنیا کے سر پر منڈلا رہا ہے وہ ہے Disorder، بدامنی، کہیں کسی کو سرعام قتل کرکے قاتل کو قوم کا محافظ بنا دیا جاتا ہے تو کہیں سرعام کسی کی آبرو لٹتی ہے تو تماشہ دیکھنے والے اس کو بھی تفریح کا ذریعہ سمجھتے ہیں تو کہیں کسی کے مال پر ایسے قبضہ کیا جاتا ہے جیسے لوٹنے والا صدیوں سے اپنا حق تلاش کررہا تھا اور لٹنے والا اس احسان تلے دب کر خاموش ہوجاتا ہے کہ چلو زندگی تو ہماری بخش دی گئی ہے اب اور ہمیں کیا چاہئے، غرضیکہ ایک عجیب افراتفری کا عالم ہے، ہر طرف بدامنی ہی بدامنی ہے جبکہ ہم یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بہت (Cultured) تہذیب یافتہ قوم ہیں۔ خاص طور پر امریکہ اور یورپ جو کہ تہذیب وثقافت کا گڑھ سمجھا جاتا ہے ان کا حال بھی ہم سے مختلف نہیں بلکہ ہم سے لاکھ درجے بدتر ہے یہی وجہ ہے پوری دنیا میں دہشت گردی، بدامنی سے نمٹنے کے لئے مختلف سیمینار منعقد کئے جارہے ہیں، مختلف Conferences ہورہی ہیں، بڑے بڑے سکالرز، مفکر، دانشور اپنی اپنی رائے کا اظہار کررہے ہیں، اپنی اپنی فکر کے مطابق حل پیش کرنے کی کوشش کررہے ہیں

لیکن کوئی شے بھی سودمند ثابت نہیں ہو رہی جبکہ اس بات کا بھی گھمنڈ ہے کہ چاند ومریخ پر کمندیں ڈال دی ہیں زمین وآسمان کو مسخر کرلیا ہے، Technology کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں پھر کیا سبب ہے کہ بدامنی جیسے چھوٹے سے مسئلے سے نجات حاصل نہیں کر پارہے ہیں اور وہ کیا سبب ہے جس کی وجہ سے روز بروز بدامنی وافراتفری میں اضافہ ہو رہا ہے۔

بدامنی کا سبب:

قبلہ! میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ عالمی حالات کا جائزہ لیں، اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھیں، کچھ دیر غور وفکر کریں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ ایک ہی سبب ہے جو دنیا کو اس بدامنی کے بھنور سے نکلنے نہیں دے رہا اور وہ ہے Sensual Desire (نفسانی خواہشات) Brutality (حیوانیت) آپ اس بات کو اجتماعی (Social) طور پر دیکھیں یا انفرادی (Individual) طور پر یہی سبب نظر آئے گا، چنانچہ ہم عالمی سطح پر دیکھتے ہیں کہ ایک ملک کسی ملک کے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے، اس کی دولت ہتھیانے کے لئے اس پر حملہ کر دیتا ہے، وہاں کے لوگوں پر ظلم وتشدد کی انتہا کر دیتا ہے، پانی کی طرح انسانی جانوں کا خون بہاتا ہے، جبکہ اس کے ہم پلہ اتحادی اس طرز عمل کو غلط تصور کرتے ہیں بلکہ اسی قوم کے کچھ بااثر افراد اس کا کھل کر اعتراف بھی کرتے ہیں مگر اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا ایسا کیوں؟ صرف اس لئے کہ Sensual Desire, Brutality، غالب ہے۔ یہی حال انفرادی طور پر ہے کہ ایک عزت لوٹنے والا یہ جانتا ہے کہ میری ماں بھی ہے، میری بہن بھی ہے، وہ کسی مذہب سے بھی تعلق رکھتا ہے اگر وہ قرآن وحدیث کو ماننے والا ہے تو اس کے احکامات سے بھی اچھی طرح

واقف ہے، یہ بھی جانتا ہے کہ اس گناہ کی کیا سزا ہے لیکن جب وہ اس برے فعل کا مرتکب ہورہا ہوتا ہے تو اس وقت ایک ہی چیز غالب ہوتی ہے وہ ہے نفسانی خواہش، حیوانیت، غرضیکہ کسی بھی بدامنی پھیلانے والے ذریعے کو دیکھیں خواہ وہ لڑائی جھگڑا ہو، لڑکیوں کا سرعام گناہ کی دعوت دینا ہو یا قتل وغارت گری ہو، سب کے پیچھے ایک ہی سبب ہے۔

بدامنی سے نجات کا حل:

اس بدامنی سے کیسے نجات حاصل کی جائے؟ میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ اس سلسلے میں پوری دنیا میں عالمی امن کا نفرنسز منعقد ہورہی ہیں، سیمینارز ہورہے ہیں، دنیا کے نامور اور عظیم مفکر اور دانشور شرکت کررہے ہیں لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ آج تک کوئی جامع حل پیش نہ کرسکا جب کہ قربان جایئے اس چٹائی پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے والے کے کہ جس نے 1400 سال پہلے روزے جیسا جامع حل پیش کرکے بڑے بڑے دانشوروں اور مفکروں کی عقلوں کو حیران کردیا۔

حدیث مبارک پڑھیے، اس کے لفظوں پر غور وفکر کیجئے اور پھر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی عقل ودانش پر لاکھوں سلام بھیجئے بخاری شریف کی حدیث ہے سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "**اِذَا کَانَ یَوم صَوْم اَحَدِکُمْ**" (اگر کوئی تم میں سے روزہ کے دن یعنی روزے سے ہے) **فَلا یَرْفَث وَلَا یَصْخَبْ** (تو اسے فحش گوئی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہنگامہ کرنا چاہیے) **فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ** (پس اگر کوئی اسے گالیاں دے) **اَو قَاتَلَهٗ** (یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے) **فَلْیَقُلْ اِنّی امْرَؤٌ صَائِمٌ** (تو اسے چاہیے یہ کہے کہ میں تو روزے دار ہوں) ☆

☆ بخاری ج1 ص254، مسلم ج1 ص363

حدیث مبارک میں لطیف نکتے کی طرف اشارہ:

اس حدیث مبارک میں اِنِّی امْرَؤٌ صَائِمٌ (میں روزے دار ہوں) کے جواب پر ذرا غور و فکر فرمایئے کہ اگر رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام چاہتے تو یہ بھی فرما سکتے تھے کہ اگر تمہیں کوئی گالیاں دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو تم یہ کہنا میں تمہیں گالیاں نہیں دوں گا، میں تم سے لڑائی جھگڑا نہیں کروں گا کیونکہ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ ☆ میرے حبیب کا فرمان ہے مسلمان کو گالیاں دینا فسق ہے، یہ بھی فرما سکتے تھے کہ تم یہ جواب دینا کہ مسلمان کو تکلیف و ایذاء دینا گناہ ہے غرضیکہ بے شمار جواب تھے لیکن میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے جس جواب کا انتخاب فرمایا وہ ہے اِنِّی امْرَؤٌ صائِمٌ۔

اصل میں رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام امن کے داعیوں کو دعوت فکر دینا چاہتے تھے کہ غور کرو لفظ صائم پر کہ یہ لفظ "صَوم" سے نکلا ہے جس کے معنی اصطلاح میں یہ ہیں کہ کھانے، پینے اور مباشرت (Copulation) سے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو روک لینا یعنی اب جواب کا خلاصہ یہ ہوگا کہ اے جھگڑا وفساد کرنے والے تو تو مجھے گالیاں دے سکتا ہے، جھگڑا کر سکتا ہے لیکن میں اپنے نبی کا وہ امتی ہوں جو کھانا پینا اور بیوی سے جماع جیسا جائز حلال کام اپنے رب کی خوشی کے لئے چھوڑ دیتا ہوں تو پھر ناجائز اور غلط کام کیسے کر سکتا ہوں۔ (سبحان اللہ) یہ وہ حکمت تھی اور روزہ کی روح تھی جس کو میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے صرف ایک لفظ میں بیان کر دیا اور امن کے ان دعوے داروں کے سامنے جو صدیوں سے حل تلاش کر رہے تھے جامع حل پیش فرما کر یہ بتا دیا کہ ایک بار میرے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے دیکھو دنیا امن کا گہوارہ بنتی چلی جائے گی۔

☆ بخاری ج 1 ص 8، مسلم ج 1 ص 58، ترمذی ج 2 ص 19، ابن ماجہ ص 282

روزہ اور توبہ

Fasting & Pen itence

روزہ کا توبہ کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے اور انسان کو حقیقتاً تائب بنانے میں روزہ کتنا اہم کردار ادا کرتا ہے ان باتوں کو جاننے کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ توبہ کا لغوی معنی اور اس کا فلسفہ سمجھا جائے۔

توبہ کا لغوی معنی:

لفظ توبہ عربی زبان میں تَـابَ یَتُوْبُ کا مصدر ہے جسکے معنی ہیں رجوع کرنا، لوٹنا، اسی لئے وہ بندہ جو اپنے گناہوں کو چھوڑ کر رب کی اطاعت کی طرف لوٹتا ہے اسے تائب کہا جاتا ہے اور جب خلاّق عالم اپنے غضب کو چھوڑ کر اپنی رحمت کی طرف رجوع فرماتا ہے اور بندے کے تمام گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے تو اسے توّاب کہتے ہیں۔

"فلسفہ توبہ:

کائنات میں ہر وہ شئی جس کو رب لم یزل نے تخلیق کیا، وجود عطا کیا، ساتھ ساتھ اس شے کے لئے ایک راستہ بھی متعین کردیا، ایک Path بھی اس کے لئے مقرر کردیا اور اس شئی کو یہ سمجھا دیا، بتادیا کہ اگر تم اس مقرر کردہ راستے سے ایک انچ بھی آگے یا پیچھے ہٹو گے یا اِدھر اُدھر بھٹکو گے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے جیسا کہ خلاق عالم نے اپنی کتاب لاریب میں ارشاد فرمایا، " وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّهَا " (اور سورج چلتا ہے اپنے اک ٹھہراؤ کے لئے) "وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ

مَنَازِلَ" (اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں) "وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ" (اور ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہا ہے)☆ لیکن کمال تعجب ہے، حیرانگی ہے کہ کلام ربانی جس بات کو 1400 سال پہلے بیان کر رہا ہے جدید تحقیق اور سائنسدان آج یہ بات کہہ رہے ہیں کہ کائنات میں جو سیارے، ستارے اور کہکشائیں اپنے اپنے مدار میں چکر لگا رہے ہیں یا Orbit میں گھوم رہے ہیں اگر وہ ایک انچ بھی ادھر ادھر بھٹک جائیں تو کائنات میں قیامتیں برپا ہو جائیں اس کا اندازہ انہیں اس وقت ہوا جب انہوں نے اپنی طاقتور خلائی مشینوں اور دوربینوں کے ذریعے کائنات میں واقع دور دراز کہکشاؤں اور ان کے ستاروں کا مشاہدہ کیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ ہولناک قیامتیں ہر روز کئی سیاروں، ستاروں اور کہکشاؤں کو تباہ و برباد کر کے صفحہ ہستی سے مٹا رہی ہیں مگر اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ہماری زمین، ہمارا نظام شمسی، ہماری کہکشاں ان قیامتوں کے اثرات سے محفوظ بھی ہیں اور ہم بے خبر بھی ہیں لیکن جس دن ہماری زمین، سورج یا نظام شمسی کے تحت گھومنے والے سیارے ایک انچ بھی اپنے مدار (Orbit) سے ہٹے تو اس دن نہ یہ سورج رہے گا نہ چاند اور نہ یہ زمین رہے گی سب کچھ تباہ ہو جائے گا اور وہی دن قیامت کا ہوگا۔

انسان اور کائناتی اصول:

اب میں قارئین کی توجہ اس نکتے کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کردہ کائناتی اصول کے مطابق ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انسان بھی اگر اپنے متعین کردہ راہ اور مقرر کردہ راستے (Path) سے ہٹے تو تباہ و برباد ہو جائے، صفحہ ہستی سے مٹ جائے، آپ کا ذہن ضرور یہ سوال کرے گا کہ وہ

☆ سورۃ یٰسین پارہ 23 آیت نمبر 38,39

کون سا راستہ ہے، کونسی راہ ہے جو انسان کے لئے مقرر کی گئی ہے؟

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ وہ راہ ہے جس کو طلب کرنے کا حکم خالق کائنات دن میں پانچ مرتبہ دیتا ہے۔ یعنی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (اے اللہ ہمیں ہدایت دے سیدھے راستے کی) صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا) وہ کون لوگ ہیں جن پر خالق کائنات نے انعام کیا، قرآن دوسرے مقام پر اس کا جواب یوں دیتا ہے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ والصَّالِحِيْنَ (انعام یافتہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالح ہیں) ☆ یعنی معنی یہ ہوا کہ اے اللہ ہمیں نبی کے راستے پر چلا، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کی راہ عطا فرما۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اب کوئی انسان اپنے نبی کے راستے سے ہٹتا ہے (جو کہ اس کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے) تو اسے تباہ ہو جانا چاہئے مثلاً قتل و غارت گری کرتا ہے، زنا کرتا ہے، چوری کرتا ہے، شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے، سود کھاتا ہے، نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، زکوۃ و حج ادا نہیں کرتا غرضیکہ وہ تمام احکامات جو اس کے نبی نے بتائے ان پر عمل نہیں کرتا تو کائناتی اصول کے مطابق اسے صفحہ ہستی سے مٹ جانا چاہئے لیکن قربان جایئے شان کریمی کے، اس ذات پاک کی رحمت کے کہ انسان ایک بار نہیں، دو بار نہیں، تین بار نہیں بلکہ ستر مرتبہ اپنے مقرر کردہ راستے سے ہٹتا ہے اور وہ اسے ستر بار معاف فرما دیتا ہے (سبحان اللہ) یہ اس وحدہ لاشریک کی اپنے بندوں سے کمال محبت ہے کہ اپنا بنایا ہوا کائناتی اصول بھی توڑ دیتا ہے۔

رب کی رحمت:

حدیث پاک میں آتا ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رسولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عليه وسلم اِنَّ الْعبدَ اِذا اعترفَ ثمّ تابَ تابَ

☆ سورۃ نساء آیت نمبر 69

اللّٰہ علیہ ☆ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے یعنی اپنے گناہوں کو چھوڑ کر اس کی اطاعت کی طرف جاتا ہے تو "تابَ اللّٰہ علیہ" رب کائنات بھی اپنے غضب کو چھوڑ کر اپنی رحمت کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس بندے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

بلکہ ایک حدیث میں تو یوں آتا ہے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے لَا اُبالی یَا ابنَ اٰدمَ (اے ابن آدم مجھے اس بات کی پرواہ نہیں) لَو بلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ (کہ اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں) ثُمّ استَغفَرتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ (بس تو مجھ سے (رب کہہ کر) بخشش طلب کرلے تیرے تمام گناہوں کو معاف فرمادوں گا) ☆ یہ ہے توبہ کا مقام و مرتبہ اور اس کی شان۔

روزے کا مقام و مرتبہ:

لیکن قربان جایئے عظمت رمضان کے، توبہ میں بندہ ہاتھ اٹھا کر، دامن پھیلا کر گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہے لیکن رمضان کے مہینے میں بندہ اپنے رب کی رضا کی خاطر روزہ رکھتا ہے اور بغیر دامن پھیلائے وہ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ بخاری و مسلم کی حدیث اس پر شاہد ہے "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَ احتِسَاباً غُفِرَ لهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ" (جس نے رمضان کے روزے ایمان کی بناء پر اور حصول ثواب کے لئے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے گئے) ☆ لہٰذا انسان کو حقیقتاً تائب بنانے میں، اللہ کی طرف رجوع کرانے میں جو کردار روزہ ادا کرتا ہے وہ بے مثال ہے۔

☆ بخاری ج1 ص365، مسلم ج2 ص366 ☆ ترمذی ج2 ص193 ☆ بخاری ج1 ص10، مسلم ج1 ص259

روزہ اور اخلاص

Fasting & Sinc erity

کسی بھی کام کے لئے اخلاص کیوں ضروری ہے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں جو انسان کو مخلص بناتے ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں کہ جن کے جوابات کی شاید ہر صاحب فکر وعقل کو تلاش ہو۔

قوموں کے عروج وزوال کے اسباب:

قبلہ، میں عرض کرتا ہوں ہمیں ان سوالات کے جوابات کو معلوم کرنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ کسی قوم کے عروج وزوال کے اسباب کیا ہیں۔ کوئی فرد یا قوم کب ترقی کرتی ہے اور کب زوال پزیر ہوتی ہے، اگر آج ہم مغربی مما لک یا ترقی یافتہ مما لک کی طرف دیکھیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ وہ دنیا کی تقریباً تمام Fields میں ترقی کے جھنڈے گاڑ چکے ہیں، آسمان ہو یا زمین، صحراء ہو یا سمندر، Computer Technology ہو یا Medical Science کوئی علم یا فن ایسا نہیں چھوڑا جس میں کمال حاصل نہ کیا ہو۔ جب کہ اگر ہم غیر ترقی یافتہ مما لک کی طرف دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ جہاں سے انہوں نے آغاز سفر کیا تھا ابھی تک اسی جگہ پر کھڑے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ بدتر حالات ہیں اور روز بروز زوال وتباہی کی طرف گامزن ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا کائنات کے تخلیق کرنے والے کو ترقی یافتہ قوموں یا افراد سے محبت تھی کہ تمام ذہانتیں اور کمالات انہیں عطا کردئے اور غیر ترقی یافتہ قوموں سے نفرت تھی کہ ان کے اذہان وقلوب پر مہر لگادی اور ان سے تمام صلاحیتیں چھین لیں یا پھر ان میں کوئی ایسی خوبی یا Quality تھی

جس کی بناء پر انہیں تمام قدرتی وسائل مہیا کر کے دنیا میں امیر ترین بنا دیا اور غیر ترقی یافتہ لوگوں سے وسائل کو چھین کر غریب ترین بنا دیا، کیا یہی سبب ہے......؟

حضور والا! میں عرض کرتا ہوں کہ تھوڑی سی بھی عقل وشعور رکھنے والا شخص اس نظریے سے قطعاً اتفاق نہیں کرے گا کیونکہ مشاہدات، تجربات اور جدید تحقیقات اس کے بالکل برعکس ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خالق کائنات خود اس نظریے کا رد کر رہا ہے اور کتاب لاریب میں مختلف جگہ پر ارشاد فرما رہا ہے وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا، ہاں اپنی ہی جانوں کو بگاڑ کرتے تھے)۔☆ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا)☆ تو پھر ترقی وزوال کا سبب کیا ہے؟

اخلاص ترقی کا سبب ہے:

اس سوال کا سادہ سا جواب ہے کہ جو فرد یا قوم اپنے کام کے ساتھ جتنی مخلص ہوتی ہے وہ اسی قدر ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور جس فرد یا قوم میں Sincerity (اخلاص) ختم ہو جاتا ہے وہ اتنی ہی زوال اور تباہی کی طرف چلی جاتی ہے۔ ہم دور نہیں جاتے، دور حاضر میں Japan کی مثال لیتے ہیں۔ جاپانیوں کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ ''پہلے وہ اپنے کام کو اور ملک کو ترجیح دیتے ہیں پھر محبت کے لئے وقت نکالتے ہیں'' یہی وجہ ہے کہ عالمی منڈی میں جاپان کا کیا مقام ہے یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ترقی کا سبب اخلاص ہے۔

The reason of development is sincerity

☆سورۃ البقرہ آیت نمبر 57 ☆سورۃ الحج آیت نمبر 10

اخلاص اور Metaphysics:

تو بغیر کسی تشبیہ و تمثیل کے جہاں ہم یہ قانون Physical world (مادی دنیا) پر apply کر سکتے ہیں بالکل اسی طرح Metaphysics (مابعد الطبعیات) کی دنیا پر بھی Apply کر سکتے ہیں۔ لہذا جو شخص روحانیت (Metaphysics) کی دنیا میں ترقی کرنا چاہے، وہاں کے اسرار و رموز سے آشنائی حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے بھی اخلاص اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اس مادی دنیا میں ترقی کرنے والے کے لئے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے اخلاص کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا تو اس رب لم یزل نے جواب دیا کہ اے حبیب "ھذا سِرٌّ مِّنْ سِرِّیْ اسْتَوْدَعْتُہٗ قَلْبَ مَنْ اَحْبَبْتُہٗ مِنْ عِبَادِیْ" (اخلاص تو میرے رازوں میں سے ایک راز ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو اپنا محبوب بناتا ہوں ان کے دل میں اخلاص کی دولت رکھ دیتا ہوں) ☆ یعنی معنی یہ ہوا رب کعبہ جس کو اپنا بنانا چاہتا ہے اسے اخلاص کی دولت عطا فرد یتا ہے۔

اس حدیث مبارک کو پڑھنے کے بعد پڑھنے والے کے ذہن میں یہ گمان فاسد پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس کو رب اپنا محبوب بنانا چاہے، اپنا بنانا چاہے اسے تو اخلاص کی دولت عطا فرد یتا ہے اور جسے اپنا محبوب نہ بنانا چاہے اسے عطا نہیں فرماتا، اسے اس دولت سے محروم رکھتا ہے اور بقول آپ کے جس کے پاس اخلاص نہیں وہ ترقی نہیں کر سکتا، لہذا یہ تو رب کی دین ہوئی کہ کسی کو دے دیتا ہے اور کسی کو نہیں اور اسی کا نام ناانصافی و ظلم ہے جبکہ آپ مندرجہ بالا سطور میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ وحدہ لاشریک اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، تو آپ کے کس

☆ الرسالۃ القشیریہ صفحہ نمبر 104 للامام ابی قاسم قشیری مطبوعہ مصر

قول کو صحیح مانیں......؟

قبلہ! میں عرض کرتا ہوں کہ اس اعتراض کے اٹھانے سے پہلے اسی لئے میں نے لفظ ''گمانِ فاسد'' استعمال کیا کیونکہ اس میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں کہ وہ خلاق عالم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور اس بات میں بھی شک نہیں کہ وہ ہر شخص کو زندگی میں ایک ایسا لمحہ عطاء کرتا ہے جس میں وہ اس کا محبوب بن جائے، اب اس لمحے سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا اس کا مسئلہ ہے۔ یہ بات میں اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ وثوق و یقین سے عرض کر رہا ہوں کہ وہ ذات پاک اپنے بندوں کو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، گنہگار ہوں یا فاسق و فاجر، اس دنیا میں ایک موقع ضرور عطا کرتا ہے کہ وہ اس ذات کے قریب ہو جائیں اور اس کے محبوب بن جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو اس موقع سے فائدہ اٹھالیتا ہے شراب، جوا، زنا، چوری، سود وغیرہ کو چھوڑ کو اس کی اطاعت کی طرف آجاتا ہے، وہ اس کا بن جاتا ہے، اس کا محبوب بن جاتا ہے اور جو اس قیمتی لمحے سے فائدہ نہیں اٹھاتا، دل کی آواز کو دبالیتا ہے، ضمیر کی آواز کو دبا کر برائیوں اور فحاشیوں میں لطف و مزے لیتا رہتا ہے، وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور اس کے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

محبوب بننے کا موقع:

اب آپ ضرور یہ پوچھیں گے کہ وہ کونسا لمحہ ہے، وہ کونسا موقع ہے کہ جس سے فائدہ اٹھا کر انسان اللہ کا محبوب بن جائے اور اسے اخلاص کی دولت نصیب ہو جائے کیونکہ میں جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اخلاص کا تعلق محبوبیت کے ساتھ ہے، لہذا اس عظیم موقع کے بارے میں بھی نشاندہی کرتے جایئے تا کہ ذہن میں اٹھنے والے تمام شکوک و شبہات ختم ہو جائیں اور دل کو اطمینان نصیب ہو جائے۔

تو سنئے قبلہ! وہ عظیم موقع رمضان المبارک کا مہینہ ہے جسمیں وہ روزے رکھ کر اللہ کا محبوب بنتا ہے اور پھر اسے اخلاص جیسی عظیم دولت نصیب ہوتی ہے۔
آیئے اس بات کو رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔

حدیث مبارک سے ثبوت:

حدیث مبارک میں جہاں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام روزے کے اور فضائل وکمالات بیان کرتے ہیں وہاں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں (بخاری ومسلم کی حدیث ہے) کہ رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے "اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِی بِهٖ" ☆ کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔ پڑھنے والوں سے میرا سوال صرف اتنا ہوگا کہ کیا دوسری عبادات اور نیک اعمال اللہ کے لئے نہیں ہیں......؟ کیا دوسرے نیک اعمال اور عبادات کی جزاء کوئی اور دیتا ہے......؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ روزے کو اللہ نے اپنے لئے خاص کیا اور اس کی جزاء دینے کو اپنی طرف منسوب کیا۔

حضور والا! نور نبوت سے اپنے سینوں کو منور کرنے والے علماء وصلحاء نے، قرآن وحدیث کے معنی سے اپنے قلوب واذہان کو روشن کرنے والے مفسرین ومحدثین نے بہت ہی خوبصورت حکمت بیان کی، وہ فرماتے ہیں عبادات تو تمام اللہ کے لیۓ ہی ہیں۔ نماز، زکوۃ، حج اور بقیہ تمام نیک اعمال وغیرہ اور ان کی جزا بھی اللہ ہی دیتا ہے لیکن بقیہ عبادات یا نیک اعمال میں ریا کاری (Ostentation) کا شبہ پیدا ہوسکتا ہے مثلاً آپ اخلاص کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، دوسرے لوگ بھی موجود ہیں جو آپ کو دیکھ رہے ہیں، بس آپ نے نماز مزید خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنی شروع کردی کہ لوگ کہیں گے کہ

☆بخاری ج1ص254، مسلم ج1ص364

کس قدر متقی ہے، کتنا دل لگا کر نماز پڑھ رہا ہے، اسی وقت آپ کے سارے اخلاص پر پانی پھر جاتا ہے۔ اسی طرح زکوۃ ہے، حج ہے، بقیہ اعمال صالحہ ہیں مثلاً میں اس وقت کتاب لکھ رہا ہوں یا لوگوں کے سامنے خطاب کر رہا ہوں، اللہ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں لیکن جہاں یہ معمولی سا خیال بھی آتا ہے کہ لوگ کتاب پڑھ کر تعریف کریں یا خطاب سن کر داد دیں گے ساری محنت رائیگاں چلی جاتی ہے اور یہ ریا کاری اخلاص کو تباہ و برباد کر دیتی ہے لیکن جب ایک بندہ بھوکا پیاسا رہتا ہے تو یہ عمل صرف اس بندے اور اسکے خالق و مالک کے درمیان ہے یا وہ بندہ اپنی بیوی سے رب کی رضا کے لئے Copulation (جماع) ترک کر دیتا ہے تو یہ راز صرف وہ جانتا ہے یا اس کا معبود تو جب بندہ اس اخلاص پر پہنچ کر عبادت کرتا ہے کہ صرف اسی ذات کے لئے کام کر رہا ہے تو پھر صدا آتی ہے "اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِی بِہٖ" کہ تو نے روزہ میرے لئے رکھا تھا تو جزا بھی میں ہی تجھے عطا کروں گا۔ اس جملے میں کس قدر اپنائیت اور قرب ہے اس کو وہ ہی محسوس کر سکتا ہے جو اخلاص کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے، اور اس سے زیادہ لطف و مزا جزاء لینے والے یعنی روزے دار کو اس وقت آتا ہے جب وہ ان الفاظ کو دوسری روایت کے ساتھ پڑھتا ہے یعنی گزشتہ روایت "اَجْزِی بِہٖ" (فعل معروف) Active voice ہے جس کے معنی ہیں "میں جزاء دوں گا" جبکہ دوسری روایت میں "اُجْزیٰ بِہٖ" (فعل مجہول) Passive voice ہے جس کے معنی ہیں جزاء کے طور پر میں خود اس کا ہو جاؤں گا یعنی روزہ دار جب روزہ رکھتا ہے تو دین و دنیا کی کوئی شئی یا نعمت نہیں بلکہ ان نعمتوں کو پیدا کرنے والا خود اس کا ہو جاتا ہے اور مَنْ لَہُ الْمَوْلیٰ فَلَہُ الْکُل اور جس کا رب ہو جائے پوری کائنات اس کی ہو جاتی ہے۔

☆ بخاری ج1 ص254، مسلم ج1 ص364

روزہ اور جود وسخا

Fasting & Generasity

جود وسخا رب العالمین کی صفت:

جود وسخا کی تعریف وتوصیف میں اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جائے کہ یہ خود خالق کائنات کی صفت ہے ہے۔ حدیث میں آتا ہے سرکار دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہ جَوَّادٌ یُحِبُّ الْجُوْدَ ☆ (بے شک اللہ تعالی سخی ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے) لہذا جو بندہ اپنے رب کی اس صفت سے متصف ہو جاتا ہے وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے، اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے "اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ" (سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے) قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ (جنت سے قریب ہوتا ہے) قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ (لوگوں سے قریب ہوتا ہے) بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ (دوزخ سے دور ہوتا ہے) وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ (جبکہ کنجوس آدمی اللہ سے دور ہوتا ہے) بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ (جنت سے دور ہوتا ہے) بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ (لوگوں سے دور ہوتا ہے) قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ (دوزخ سے قریب ہوتا ہے) ☆ اسی لئے خالق ارض وسماء نے جود وسخا اور انفاق کی مزید اہمیت بیان کرتے ہوئے اس انداز سے کلام فرمایا۔

آیتوں کا بظاہر تضاد اور اس کا جواب:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ☆ (تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو) یعنی اس آیت مبارکہ

☆ الدر المنثور للسیوطی ج 1 ص 95، جمع الجوامع للسیوطی ص 4784، کنز العمال ☆ ترمذی ج 2 ص 18 ☆ آل عمران آیت 92

میں ربِّ وَدُود بتانا یہ چاہتا ہے کہ اے لوگو! اگر تم نیکی حاصل کرنا چاہتے ہو، نیکوکاروں میں شامل ہونا چاہتے ہو، بھلائی کی حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہو تو وہ چیز میری راہ میں خرچ کردو جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے نیکی و بھلائی کو پاتے چلے جاؤ گے، لیکن جب سورۃ البقرۃ کی یہ آیت میری نظر سے گزری جسمیں وہ معبود برحق ارشاد فرما رہا ہے لَيْسَ الْبِرَّ (نیکی یہ نہیں) اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ (کہ تم پھیرلو اپنے چہروں کو) قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (مشرق ومغرب کی طرف) وَلٰكِنَّ الْبِرَّ (لیکن حقیقتاً نیکی یہ ہے) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت پر) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى (اور اپنا مال دے اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو) وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور راہ گیروں کو) وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ (اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں) وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ (اور نماز قائم رکھے اور زکوۃ دے) وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (اور جب عہد کریں انہیں پورا کریں) وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ (اور صبر کرنے والے ہوں مصیبت میں، سختی میں اور جہاد کے وقت) ☆ تو میرا ذہن شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گیا کہ کس آیت پر عمل کیا جائے کیونکہ چوتھے پارے کی ابتداء میں وہ فرما رہا ہے کہ اگر تم نیکی کو پانا چاہتے ہو تو صرف وہ شئی خرچ کردو جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے جبکہ اس آیت میں ارشاد فرما رہا ہے کہ صرف مال خرچ کرنے سے نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے بلکہ یہ تمام شرائط بھی پائی جانی ضروری ہیں کہ اللہ پر ایمان لاؤ، آخرت پر، کتابوں پر، ملائکہ پر،

☆ سورۃ البقرہ آیت نمبر 177

نیوں پر، نماز بھی قائم کرو، زکوۃ بھی دو، وعدہ بھی پورا کرو، مصیبتوں اور سختیوں پر صبر بھی کرو، تب کہیں جا کر نیکی کی حقیقت کو پاؤ گے۔ لہٰذا بظاہر ان آیتوں کے تضاد سے انسانی عقل یہ سمجھ بیٹھتی ہے کہ قرآن میں تو خود اختلاف ہے، یہ کسی اور کے لئے کیسے ہادی ہوسکتا ہے لیکن پھر قرآن ہی کے اس قول نے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں) ☆ مجھے غور وفکر پر ابھارا، حقیقت تک پہنچنے کے لئے میری جستجو کا ذریعہ بنا لہذا میں نے اس آیت ذَالِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ (اس کتاب میں کوئی شک نہیں) ☆ کو سامنے رکھ کر غور وفکر کرنا شروع کیا، تفاسیر کا مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ حکیم مطلق بتانا یہ چاہتا ہے کہ میرا جو بندہ اپنے اندر یہ **Quality** پیدا کر لیتا ہے، یہ کمال پیدا کر لیتا ہے کہ وہ اپنی پسندیدہ اور محبوب ترین شئی میری راہ میں خرچ کر دے تو وہ بغیر کسی شک وشبہ کے مجھ پر ایمان بھی لاسکتا ہے اور میرے تمام احکامات پر عمل بھی کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حکیم مطلق نے محض یہ نہیں فرمایا کہ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا" کہ اپنا مال خرچ کرکے نیکی کو پالو، بلکہ آگے فرمایا "مِمَّا تُحِبُّوْنَ" ☆ وہ شئی جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، جس کے حصول کے لئے سب کچھ قربان کر دیتا ہے وہ میری راہ میں پیش کردے، نیکی کی حقیقت کو پاتا چلا جائے گا۔

نیکی نام ہے محبوب شئی کے خرچ کرنے کا:

حدیث پاک میں آتا ہے جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اسی وقت کھڑے ہوگئے اور

☆ سورۃ محمد آیت نمبر 24 ☆ سورۃ البقرہ آیت نمبر 2 ☆ سورۃ آل عمران آیت نمبر 92

فرمانے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب کائنات ارشاد فرمارہا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ الخ ☆ (ہرگز تم نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی محبوب ترین شئی میری راہ میں خرچ نہ کردو) وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِی اِلَیَّ بَیْرحَاءُ (اور مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ محبوب بیر حاء کا باغ ہے) اے اللہ کے رسول میں اسی وقت اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں (سبحان اللہ) سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام یہ سن کر خوش ہوگئے اور آپ کو دعاؤں سے نوازا ☆ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آپ بازار جاتے وہاں سے شکر کی بوریاں خریدتے پھر اسے فقراء میں تقسیم کردیتے، کسی نے کہا حضور آپ اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں پیسہ اللہ کی راہ مین صدقہ کیوں نہیں کردیتے آپ نے فرمایا رب کائنات ارشاد فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ الخ (تم اس وقت تک نیکی کو پانہیں سکتے جب تک اپنی محبوب شئی میری راہ میں خرچ نہ کردو) اور میری نظر میں پیسے سے زیادہ شکر محبوب ہے، الغرض اپنی محبوب شئی کو خرچ کرنا یا جود وسخا جیسی عمدہ صفت اپنے اندر پیدا کرنا مقصود ہو تو روزے سے عمدہ کوئی اور عبادت نہیں۔

آپ کہیں گے کہ جود وسخا کے ساتھ روزے کا کیا تعلق ہے؟

روزہ باعث سخاوت:

قبلہ! میں عرض کرتا ہوں جب ایک روزہ دار افطار کرنے کی تیاری کرتا ہے تو وہ اپنے لئے عمدہ ترین چیزوں کا اہتمام کرتا ہے مثلاً اعلی ترین کھجوریں، اپنا پسندیدہ اور محبوب ترین مشروب، کھانے میں سموسے پکوڑے غرض کہ وہ تمام چیزیں جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہیں ان سے روزہ کھولنے کا اہتمام کرتا ہے، لیکن اگر

☆ سورۃ آل عمران آیت نمبر 92 ☆ بخاری ج 1 ص 197، مسلم ج 1 ص 223 ترمذی ج 2 ص 124

اس کے ساتھ مہمان بھی ہوں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ان کو تو سستی ترین کھجوریں پیش کرے اور خود اعلیٰ ترین کھجوروں سے افطار کرے یا ان مہمانوں سے کہے کہ آپ یہ Local شربت پئیں میں اس Imported شربت سے افطار کروں گا۔ ممکن ہے کہ عام دنوں میں وہ اس طرح کر لیتا کہ خود گھر کے اندر Imported چیزیں استعمال کرتا اور مہمانوں کی تواضع Local اشیاء کے ساتھ کرتا لیکن (سبحان اللہ) روزے کی بھی کیا برکت ہے کہ جس چیز کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے مہمانوں کو پیش کرنی پڑتی ہے اور کرم بالائے کرم دیکھئے کہ ادھر اس میں روزے کے ذریعے جود وسخا جیسی عمدہ صفت پیدا ہو رہی ہے اور ادھر سے یہ صدا آ رہی ہے کہ مَنْ فَطَّرَفِيهِ صَائِماً كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ وَعِتْقِ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ (کہ جس نے رمضان میں کسی روزے دار کو افطار کرا دیا تو اس کے لئے گناہوں سے بھی بخشش ہے اور دوزخ سے بھی آزادی) ☆ (سبحان اللہ) کیا ان دینی و دنیاوی نعمتوں کو لوٹنے کا موقع رمضان کے علاوہ بھی میسر آ سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عام دنوں میں تو سخی تھے ہی اور آپ سے بڑھ کر کائنات میں کون سخی ہو سکتا ہے لیکن رمضان المبارک کے آتے ہی اپنی جود وسخا اور بڑھا دیا کرتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام خیروں بھلائیوں کی بخشش و عطا میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور رمضان میں اس سے بھی بڑھ کر جود و عطا والے ہوتے) ☆

☆ مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی ص 174 ☆ بخاری ج 1 ص 255، مسلم ج 2 ص 253

روزہ اور شکر گزاری

Fasting & Gratitude

انسان کب شکر گزار بنتا ہے:

شکر گزاری کے ساتھ روزے کے تعلق کو سمجھنے کے لئے اس پر بھی غور و فکر کرنا پڑے گا کہ انسان کب شکر گزار بنتا ہے یا یوں کہئے کہ وہ کونسی اشیاء یا اسباب ہیں جو انسان کو شکر گزاری پر مجبور کر دیتے ہیں؟ مطالعہ اور غور و فکر کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ دو اسباب ہیں جو انسان کو بغیر جبر و تشدد کے شکر گزاری پر مجبور کر دیتے ہیں (۱)......Necessity (ضرورت) (۲)...... Demand (طلب)

یعنی پہلی بات وہ شئی اس کی ضرورت بھی ہو کہ اگر نہ ملے تو وہ ہلاک ہو جائے گا یا نقصان ہو جائے گا اور دوسری بات اس چیز کی اسے طلب بھی ہو، انتہائی درجہ چاہت ہو۔ بس جب یہ دو چیزیں پائی جائیں تو انسان کے منہ سے بے ساختہ شکر کے الفاظ نکل جاتے ہیں مثلاً ایک شخص مر رہا ہے، زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہے، اس کے جسم کو خون کی سخت ضرورت ہے کہ اگر نہ ملا تو وہ مر جائے گا لیکن اس شخص کو زندگی سے قطعاً کوئی پیار نہیں اور نہ ہی زندگی کی کوئی آرزو ہے بلکہ وہ اس زندگی سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔ اب اگر اس صورت حال میں اس کا کوئی دوست یا چاہنے والا اسے خون جیسی نعمت دے کر موت کے منہ سے بچا لیتا ہے تو کیا وہ مرنے والا اس کا شکریہ ادا کرے گا؟ کیا وہ اس دوست کا شکر گزار ہو گا؟ بلکہ ہو سکتا ہے کہ شکریہ ادا کرنے کے بجائے وہ اس پر برہم ہو کہ تم نے میری جان کیوں بچائی، میں تو مرنا چاہتا تھا، اس زندگی سے تنگ تھا اور تم مجھے پھر اسی جہنم میں لے آئے،

جبکہ اس کے برعکس ایک ایسا شخص جس کے جسم کو بھی خون کی سخت ضرورت ہے اور اسے زندگی کی بھی طلب ہے، وہ جینا چاہتا ہے، زندگی سے پیار کرتا ہے، اب ایسی نازک صورت حال میں کوئی اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگا دیتا ہے، خون جیسی عظیم نعمت عطیہ کر کے اسکی اندھیری ہوتی ہوئی دنیا کو روشن کر دیتا ہے تو وہ نئی زندگی پانے والا نہ صرف اس کا احسان مند ہوتا ہے بلکہ سرتا پاؤں مجسم شکر بن جاتا ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے شکریے کے الفاظ نکل جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا.....؟ اس لئے کہ پہلی مثال میں مرنے والے کو خون کی ضرورت تو تھی یعنی Necessity تو پائی جارہی تھی لیکن طلب نہ تھی، آرزو نہ تھی یعنی Demand نہیں پائی جارہی تھی جبکہ دوسری مثال میں Necessity (ضرورت) بھی ہے اور Demand (طلب) بھی، بس جب یہ دونوں چیزیں جمع ہو گئیں تو وہ شکر گزار بنتا چلا گیا۔

:Fasting, Necessity & Demand

آیئے اب اس قانون کو روزے پر Apply کرتے ہیں کہ جب ایک روزے دار تمام دن بھوک و پیاس کو برداشت کرنے کے بعد افطار کے وقت پہلا گھونٹ یا پہلا لقمہ منہ میں ڈالتا ہے تو یہ اس کے جسم کی ضرورت بھی ہے جیسا کہ Medical Science بھی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ جسم کو تندرست و توانا رکھنے کے لئے جسم کی غذائی ضرورت کو پورا کرنا انتہائی ضروری ہے یعنی اگر آپ ایک حد سے زیادہ اپنے جسم کو کھانے پینے سے یعنی غذا سے دور رکھتے ہیں تو وہ کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے اور اس سے کئی دوسری بیماریاں جنم لیتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھتے ہوئے صوم وصال (برابر روزے رکھنا نہ کھانا نہ پینا) رکھنے شروع کیے تو کچھ ہی دنوں میں لاغر ہونا شروع ہو گئے۔ سرکار

دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا سبب دریافت کیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ اس طرح روزے رکھ رہے تھے اس لئے ہم نے بھی اسی طرح رکھنے شروع کردئے، میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا خوبصورت جواب ارشاد فرمایا، قابل توجہ ہے، خاص کران لوگوں کے لئے جو (معاذ اللہ) یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (علیہ الصلوۃ والسلام) تو ہم جیسے تھے، ہماری طرح کھاتے پیتے تھے، اٹھتے بیٹھتے تھے، ان کی تعظیم وتکریم کیونکر کی جائے، وہ تو ڈاکیہ کی مثل تھے اللہ کا پیغام دے کر چلے گئے (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) یہ جواب ایسی گھٹیا سوچ رکھنے والوں کو دعوت فکر دیتا ہے اور یہ حدیث اس بخاری شریف میں موجود ہے جس کو روئے زمین پر کلام اللہ کے بعد سب سے افضل واعلیٰ کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے، جواب سنئے اور راہ ہدایت حاصل کیجئے، میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے جب اسی انداز میں صحابہ کرام کو بغیر کھائے پئے مسلسل روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا **اَیُّکُمْ مِثْلِیْ** (تم میں سے کون میری مثل ہے) یہ دو لفظوں کا مجموعہ اپنے اندر معنویت کا سمندر رکھتا ہے، بتانا یہ مقصود تھا کہ تمہارا حال تو یہ ہے کہ اگر تمہارے جسم کو غذا نہ ملے، اس کی ضرورت پوری نہ ہو تو لاغر ہو جاتا ہے، کمزور ہو جاتا ہے، بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور مجھ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان یہ ہے کہ کئی روز تک بھی نہ کھاؤں پیوں تو "**یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ**" (مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے)☆ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس کھلانے پلانے سے مراد یہ ہے کہ میرا رب مجھے ایسے دید کے جام پلاتا ہے، ایسے اپنے جلووں کے مشاہدے کراتا ہے کہ ظاہری غذا سے بے نیاز کر دیتا ہے (سبحان اللہ) غرضیکہ عرض کر رہا تھا غذا انسانی جسم کی ضرورت ہے لہذا جب روزے دار پورا دن بغیر کھائے پئے گزار کر افطار کے وقت پہلا گھونٹ یا پہلا لقمہ لیتا ہے تو یہ اس

☆ بخاری ج 1 ص 263، مسلم ج، 350، ترمذی ج 1 ص 97، ابوداؤد ج 1 ص 322

کے جسم کی ضرورت بھی ہے اور شدت بھوک وشدت پیاس کے وقت ٹھنڈے اور میٹھے مشروب اور عمدہ کھانے کی آرزو کرنا، طلب کا پایا جانا بھی ہے لہذا افطار کے وقت جب یہ دونوں چیزیں جمع ہوتی ہیں تو روزے دار کے منہ سے بے اختیار نکلتا ہے کہ الحمدللہ، اے مالک تیرا کرم ہے، تیرا شکر ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (اے اللہ میں نے تیرے لئے ہی روزہ رکھا تھا اور اب تیرے ہی رزق پر افطار رہا ہوں) ☆

لطیف نکتہ:

اب اس موقع پر میں قارئین کی توجہ ایک لطیف نکتے کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ دنیا کا اصول تو یہ ہے جب انسان کو اسکی ضرورت یا مطلب کی چیز مل جاتی ہے تو وہ اس کا معاوضہ لیتا ہے اور بات ختم ہوجاتی ہے۔ اس اصول کے مطابق ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ انسان اپنے جسم کی ضرورت اور طلب کی بنیاد پر ملنے والی غذا کا شکریہ ادا کرتا اور بات ختم ہوجاتی لیکن قربان جایئے اس بے نیاز ذات کی محبت کے کہ جب بندہ اپنی مطلوبہ شئی کے بدلے میں شکریہ ادا کرتا ہے تو بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ ادا اس کو اتنی پسند آتی ہے کہ قرآن میں اعلان کردیتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ☆ کہ تم نے ہمارا شکریہ ادا کیا جاؤ ہم نے تمہاری نعمتوں میں اور اضافہ کردیا (سبحان اللہ) یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں عام دنوں کی نسبت نعمتوں میں کثرت سے اضافہ ہوجاتا ہے۔ وہ پھل یا کھانے جو اسے سال میں کبھی نصیب نہیں ہوتے تھے رمضان میں ہر دوسرے تیسرے روز نصیب ہوتے ہیں اور اس نکتے کی طرف میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے اس انداز میں اشارہ فرمایا کہ شَهْرٌ يُزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنُ (یہ وہ ماہ مبارک ہے کہ جسمیں مومن کا رزق زیادہ کردیا جاتا ہے) ☆

☆ابوداؤد ج1 ص322 ☆سورۃ ابراہیم آیت نمبر7 ☆ مشکوۃ بحوالہ بیہقی ص174

روزہ اور طب جدید

Fasting & Medical Science

پچھلی گفتگو میں یہ بات معلوم ہوئی، یہ بات ثابت ہوئی کہ روزہ شکر گزاری کا بہترین ذریعہ ہے یعنی اگر انسان شاکرین کی فہرست میں شامل ہونا چاہے تو روزہ رکھنا شروع کردے اللہ کا شکر گزار بندہ بنتا چلا جائے گا، لیکن اس گفتگو میں یہ بات ثابت کروں گا کہ جسم کو کچھ گھنٹے غذا نہ دینا، بھوکا پیاسا رہنا یہ بھی اپنے معبود کے سامنے شکر ادا کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے اس بات کو سمجھنے کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ شکر کی تعریف اور تقسیم سے آشنائی حاصل کی جائے۔

شکر کی تعریف اور اس کی اقسام:

هو الاعتراف بالنعمة على جهة التعظيم للمُنعم ☆

یعنی انعام دینے والے کی تعظیم کے لئے نعمت کا اعتراف کرنا۔ اب نعمت کا اعتراف یا تعظیم منعم کے اظہار کے تین طریقے ہیں (۱) قولاً یعنی زبان سے منعم کی تعظیم کا اظہار کیا جائے، شکر ادا کیا جائے یہ شکریہ کی پہلی قسم ہے۔ (۲) فعلاً یعنی زبان سے شکر ادا نہ کیا جائے بلکہ جوارح (اعضاء) کے ذریعے شکر ادا کیا جائے، مثلاً کسی کے تحفہ یا انعام دینے پر آپ کا جھک کر یا ہاتھ کا پیشانی پر رکھ کر شکریہ ادا کرنا یا اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر بندے کا ناک اور پیشانی کو (سجدہ) زمین پر رکھ کر منعم کی تعظیم کا اظہار کرنا، یہ شکریہ کی دوسری قسم ہے۔ (۳) بالقلب، اور تیسری قسم یہ ہے کہ نعمت دینے والے کو دل میں عظیم جاننا، دل سے اس کی عظمت کا اعتراف کرنا یہ بھی شکریہ کا ایک

☆ (الفروق اللغویہ للامام ابی ہلال العسکری ص ۴۸)

طریقہ ہے۔

روزہ رکھنا منعم کا شکر ادا کرنا ہے:

شکر کی تعریف اور تقسیم کو سمجھنے کے بعد یہ بات اچھی طرح واضح ہو جانی چاہئے جس طرح افطار کے وقت Necessity (ضرورت) اور Demand (طلب) کے جمع ہونے کے بعد انسان قولاً یعنی زبان سے شکریہ ادا کرتا ہے اسی طرح انسان روزے کی حالت میں بھی ضرورت اور طلب کے جمع ہونے کے بعد پیٹ کو عمدہ غذاء سے محروم رکھ کر، ہونٹ اور حلق کو ٹھنڈے اور میٹھے مشروب سے پرہیز کرا کر فعلاً یعنی اعضاء کے ذریعے شکریہ ادا کرتا ہے، آپ کہیں گے کہ عجیب بات ہے کہ جسم کو بھوکا پیاسا رکھ کر شکر ادا کرنا یہ کونسے شکریہ کا نرالا طریقہ ہے، چلئے آپ کے بیان کردہ اصول کے مطابق Necessity (ضرورت) اور Demand (طلب) کے جمع ہونے کے بعد جسم کو غذا مہیا کر کے شکریہ ادا کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن اسی اصول کے مطابق جسم کو غذا نہ مہیا کر کے شکریہ ادا کرنا یہ بات عقل میں نہیں آتی۔

قبلہ! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ آج کی جدید تحقیق اور Medical Science اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ انسانی جسم کا نظام مشین کی طرح ہے کہ اگر آپ اس کو مسلسل چلاتے رہیں یا اس سے 24 گھنٹے کام لیتے رہیں اور اسے کچھ دیر کے لئے بھی آرام کا موقع نہ دیں تو وہ مشین کچھ دن چلنے کے بعد ختم ہو جائے گی یا پھر اس میں نقص (Fault) پیدا ہو جائے گا بالکل اسی طرح Humanbody (انسانی جسم) میں بھی مشین کی طرح مختلف نظام کام

کر رہے ہیں۔ کہیں Heart System (نظام دل) ہے تو کہیں Nerve System (نظام اعصاب) اور کہیں Digestive System (نظام ہضم)۔ اب اگر انہیں مسلسل 12 مہینے کام کرنے کے دوران کچھ دن آرام کا وقت مہیا نہیں کرتے تو یا تو ان نظاموں میں فساد و بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو جائے گا یا پھر ایک ایک کر کے آہستہ آہستہ یہ تباہ و برباد ہو جائیں گے مثلاً جگر کا کام یہ ہے کہ وہ غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے درمیان توازن برقرار رکھے، اب اگر آپ اسے دن میں کچھ گھنٹوں کے لئے بھی آرام کا موقع نہ دیں تو ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ جگر کے نظام میں خرابی پیدا ہونا شروع ہو جائے گی۔ ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ خرابیاں زیادہ کھانے کے باعث پیدا ہو رہی ہوں۔ اگر ہم کم کھائیں تو ان Systems پر بوجھ بھی کم پڑے گا اور یہ اپنا کام بھی صحیح طور پر انجام دیں گے تو حضور والا! میں اس موقع پر عرض کرتا چلوں کہ Medical Science کہتی ہے کہ اگر ایک گرام کے دسویں حصے کے برابر بھی کوئی شے معدے میں چلی جائے تو پورا نظام متحرک ہو جاتا ہے یعنی جس طرح زیادہ کھانے کے دوران انہیں کام کرنا پڑتا ہے اسی طرح کم کھانے کے دوران بھی انہیں اپنا کام انجام دینا پڑتا ہے، اسی لئے تو مشہور محقق اور Scientist ڈاکٹر ہلوک باقی لکھتا ہے کہ اگر جگر کے Cell (خلیے) کو قوت گویائی حاصل ہو جائے تو وہ چیخ چیخ کر انسان سے کہے کہ خدارا روزے کے ذریعے کچھ گھنٹوں کے لئے مجھے آرام مہیا کر دو۔☆

چنانچہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ گیارہ مہینے مسلسل کام کرنے کے بعد جسمانی نظام

☆ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ڈاکٹر ہلوک باقی

کی ضرورت بھی ہے اور طلب بھی ہے کہ اسے ایک مہینہ آرام کا موقع دیا جائے، لہذا جب بندہ ضرورت اور طلب کے جمع ہونے کے بعد جسم کو دن میں کچھ گھنٹوں کے لئے بھوکا پیاسا رکھتا ہے تو اس کا عضو عضو، اسکا رواں رواں سرتا پاؤں مجسم شکر بن جاتا اور وہ بالجوارح (اعضاء کے ذریعے) اپنے مولیٰ کا شکریہ ادا کر رہا ہوتا ہے۔

پچھلے موضوع کے تحت بیان کردہ اصول کے مطابق، روزہ ہماری ڈیوٹی ہے، ہم نے ادا کرنا ہے لیکن کرم بالائے کرم دیکھئے اسی رب کریم عزوجل کی طرف سے صدا آرہی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ☆ تم نے ہمارا شکر ادا کیا ہم تمہاری نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے، مولیٰ کیسے اضافہ فرمائے گا، حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعے جواب دلوایا تَصُوْمُوْا تَصِحُّوْا روزہ رکھتے جاؤ صحت مند ہوتے چلے جاؤ۔☆

☆ سورۃ ابراہیم آیت نمبر 7 ☆ مجمع الزوائد بحوالہ معجم الاوسط، جامع الصغیر مع التیسیر تحت حدیث تَصُوْمُوْا تَصِحُّوْا

روزہ اور صبر

Fasting & Patience

امتحان دنیا میں ایک ایسی شئی ہے جس سے کھرے کھوٹے کا پتہ چل جاتا ہے، یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کون محنتی ہے اور کون محنت سے دل چرانے والا ہے، کون کتنا مخلص ہے اور کون کتنا بے ایمان ہے، کون سچا ہے، کون جھوٹا ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے ادارے، فرمز، انسٹیٹیوٹ اپنے اپنے معیار کے مطابق امتحانات منعقد کرتے ہیں اور جوان کے معیار پر پورا اترتا ہے اسے Certificate کی صورت میں کامیابی کی ضمانت دیتے ہیں بالکل اسی طرح اس ادارے یا انسٹیٹیوٹ سے کامیابی کی سند پانے والا بھی اپنے آپ کو دنیا کا سب سے عظیم اور کامیاب ترین شخص تصور کرتا ہے اور وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اس ادارے یا یونیورسٹی کا امتحان پاس کرے جس کی سند کو دنیا تسلیم کرتی ہو، وہ لوگ قبول کرتے ہوں جنہیں معیار وقوانین بنانے کا ماہر سمجھا جاتا ہے، لہذا جامعۃ الازہر، Bristol، Oxford Cambridge یونیورسٹیز کے امتحانات پاس کرکے Certificate لینا خواب تصور کیا جاتا ہے، کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک شخص ان جیسے بڑے بڑے اداروں سے سند حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔

لیکن اب میں قارئین کی توجہ اس Certificate کے حصول کی طرف کرانا چاہوں گا کہ جس کا امتحان لینی والی ذات کسی بڑی یونیورسٹی یا ادارے کا

Head نہیں، اس امتحان کا معیار مقرر کرنے والا کوئی ذہین ترین شخص نہیں بلکہ وہ ذات ہے جو ان ذہینوں کو بھی پیدا کرنے والا ہے اور ان کی ذہانتوں کا بھی خالق ہے۔ اور وہ اس انداز میں اپنے Exam کا Standard بیان کرتا ہے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ☆ ہم پہلا امتحان خوف کا لیتے ہیں یعنی مختلف اقسام کے ڈر اور خوف میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں مثلاً روزگار کے چھوٹنے کے خوف میں مبتلا کر دیتے ہیں کبھی بیماری کا خوف، کبھی موت کا خوف غرضیکہ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا بندہ اس حال میں بھی ہم سے راضی ہے یا دل بدگمان ہو گیا ہے۔ اگر اس امتحان میں کامیاب ہو جائے تو پھر جُوْع (بھوک) سے آزماتے ہیں، کہ کل تک تو عالم یہ تھا کہ ایک وقت میں دسترخوان پر دس دس اقسام کے کھانے چُنے ہوتے تھے اور آج عالم یہ ہے کہ ایک وقت کی روٹی کھانے کے لئے بھی ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں، کل تک دوسروں کا پیٹ پالتا تھا، آج اپنا ہی پیٹ پالنا مشکل ہو گیا ہے غرضیکہ وہ آزماتا ہے کہ کہیں اس حال میں پہنچ کر ہم سے گلے شکوے تو نہیں کر رہا کہ مولیٰ میں ہی رہ گیا تھا تجھے اس دنیا میں اور کوئی نہ ملا، مجھ سے ہی روٹی چھیننی تھی۔ اگر تو اس امتحان میں ناکام ہو گیا تو تباہ و برباد ہو گیا اور اگر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کو سامنے رکھ کر یہ کہتا ہے کہ اے اللہ اگر تو ایک وقت کھانے کو اچھا دے تو یہ تیرا کرم ہے اور اگر نہ دے تو یہ بھی تیرا احسان ہے کہ تو نے پھر بھی کتنوں سے اچھے حال میں رکھا ہے، لیکن ابھی امتحان ختم نہیں ہوتا بلکہ تیسرا پرچہ "نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ" (مال کی کمی) یعنی کسی کو اس طرح آزماتا

☆سورۃ البقرہ آیت نمبر 155

ہے کہ کل تک تجارت کا بادشاہ تھا، بڑی بڑی کمپنیوں کا مالک تھا، فرموں کا ڈائریکٹر تھا لیکن آہستہ آہستہ ایک ایک کرکے سب دیوالیہ ہوگئیں، تجارت میں اسے ایسے دھچکے لگے کہ سنبھلنے نہیں پایا، سب کچھ ختم ہوگیا، کوڑی کوڑی کا محتاج ہوگیا، لیکن اس حال میں بھی اپنے رب سے راضی رہا، اس امتحان کو بھی کامیابی سے پاس کرگیا تو پھر "وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ" اس کی جان اوراس کی اولاد سے اس کو آزمایا جاتا ہے، وہ قیمتی شئی جس کے لئے انسان دنیا کی ہر شئی داؤ پر لگا دیتا ہے وہ خالق کائنات اسکی قیمتی ترین جان کو موذی ومہلک امراض میں مبتلا کردیتا ہے، سب کچھ ہونے کے باوجود وہ تڑپتا رہتا ہے، ایک ایک سانس کرب کے ساتھ گزار رہا ہوتا ہے اور کبھی اس کی بے بسی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ اس کی اپنی سگی اولاد اس کے سامنے تڑپ رہی ہوتی ہے، وہ اپنی قیمتی ترین شئی کو اپنے ہاتھوں سے مٹی میں دفن کررہا ہوتا ہے مگرایک آنسو زمین پر گرنے نہیں دیتا، اپنے مالک کی رضا میں راضی رہتا ہے، بس اس کی خوشی کے لئے زمانے بھر کی تکلیفیں گوارا کرلیتا ہے تو پھر وہ خالق ارض وسماء بھی اس انداز میں Certificate دیتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ اے تکلیفوں پر صبر کرنے والے، مصیبتوں کو برداشت کرنے والے، تونے مصیبتیں اور تکلیفیں میری خاطر برداشت کیں، یہ امتحانات میرے لئے پاس کئے تو اس کی سند بھی معمولی نہیں ملے گی، اس کی جزاء بھی عام نہیں ہوگی بلکہ کائنات کا پیدا کرنے والا تیرا ہوجائے گا، وہ ذات جو اس کائنات کو پالنے والی ہے اسکی سنگت ومعیت تجھے نصیب ہوجائے گی۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی Certificate ہے، اس سے بھی اعلی معیار کی کوئی سند ہے؟ اب اگر کوئی شخص صبر کا امتحان پاس کرکے اس اعلی ترین سند کو

حاصل کرنا چاہے تو حضور والا! میں عرض کرتا ہوں ایک ماہ رمضان المبارک کے روزے اپنے مالک کی رضا کے لئے رکھ لے تو 100% فیصد صبر کا امتحان پاس کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی اور معیت الٰہی جیسی اعلیٰ ترین سند وجزاء کا مستحق ہو جائے گا۔ اسی لئے حبیب کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رمضان المبارک کے مہینے کو **شَهْرُ الصَّبر** ☆ (صبر کا مہینہ) قرار دیا، کہ جب انسان مال ودولت کے ہوتے ہوئے، اچھے حالات کے ہوتے ہوئے صرف اپنے رب کی رضا کے لئے عمدہ ترین غذا، کھانے پینے سے رک جاتا ہے، صبر کر لیتا ہے توکل کو اعلیٰ ترین سند حاصل کرنے کی خاطر برے حالات سے سمجھوتا بھی کرسکتا ہے، اس پر صبر بھی کرسکتا ہے۔

☆ سیر ابن کثیر ج 1 ص 136 مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت

روزہ اور تقوی

Fasting & P iety

اس دنیا میں ہر شخص کی یہ آرزو ہے، تمنا ہے کہ اسے عزت وتکریم دی جائے، وہ دنیا کی سب سے معزز ومکرم شخصیت بن جائے لیکن وہ کیا Standard (معیار) ہے، وہ کیا پیمانہ ہے کہ جس پر پورا اترنے کے بعد اسے دنیا میں باعزت گردانا جائے، وہ دنیا میں سب سے زیادہ معزز ومکرم ہو جائے۔ اس کے لئے مختلف فکر رکھنے والوں نے، دانشوروں نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق معیار و پیمانے مقرر کئے، کسی نے کہا کہ اگر مال ودولت حاصل کرلی جائے تو وہ دنیا کا معزز ترین شخص بن سکتا ہے اور جو جتنا مال دار ہوگا وہ اتنا ہی عزت دار ہوگا لہذا معزز ومکرم بننے کے لئے ایک ہی پیمانہ ہے مال ودولت۔

لیکن حضور! میں عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ نظریہ صحیح ہے تو ہم روز یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے پاس دولت کی ریل پیل ہے، نوکر چاکروں کی کمی نہیں، گاڑیوں کی قطاریں ہیں لیکن وہ عزت کے ایک بول کے لئے اپنے ہی گھر میں ترس رہے ہیں، اس کے اپنے ہی خاندان والے اس کے سامنے اسے گالیاں دیتے ہیں، اس کی اپنی سگی اولاد اس پر ہاتھ تک اٹھا دیتی ہے حتی کہ آج کل تو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی، کیا ایسی دولت باعث عزت ہے یا ذلت؟

کسی نے کہا ہے کہ اصل معیار تو شہرت ہے، جس کا نام دنیا کے کونے کونے میں جانا جاتا ہو، جس کے نام سے دنیا کا بچہ بچہ واقف ہو، الیکٹرانک میڈیا، اخبارات،

رسائل، ہر کوئی اس شخص کو کوریج دے رہا ہو بس وہی دنیا کا سب سے معزز و مکرم شخص ہے لیکن قبلہ! میں عرض کرتا ہوں کہ ایک صاحب فہم و فراست کبھی بھی اس نظریے سے اتفاق نہیں کرے گا کیونکہ وہ جانتا کہ میڈیا، اخبارات جن اداکاراؤں و فنکاروں کو شہرت کی بلندی تک پہنچا رہا ہے وہ چند پیسوں کی خاطر راتوں کو اپنا جسم بیچتی ہیں، وہ طوائفیں جن سے عزت دار شریف لوگ اپنے گھر کی عورتوں کو پردہ کراتے تھے وہ آج لوگوں کی آئیڈیل ہیں۔ کیا یہ عزت ہے یا تباہی......؟ پھر اس دنیا میں باعزت کون ہے، حقیقتاً معزز و مکرم ہونے کا پیمانہ کیا ہے......؟

معیار عزت:

جب مجھے کوئی مطمئن نہ کر سکا تو میں نے اس خلاق عالم کی طرف رجوع کیا جس نے کائنات کے ذرے ذرے کو پیدا کیا، اس ذات پاک نے صرف یہ جملہ کہہ کر میرے دل کو اطمینان نصیب فرما دیا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ ☆ کہ تمہاری نظر میں معزز و مکرم وہ ہوتا ہے جو صاحب ثروت و مال ہوتا ہے، باعزت وہ ہوتا ہے جو صاحب حسن و جمال ہوتا ہے، صاحب ہنر و کمال ہوتا ہے لیکن تمہارے پیدا کرنے والے کی نظر میں معزز و مکرم وہ ہوتا ہے جو دولت تقویٰ سے مالا مال ہوتا ہے لہٰذا اس خلاق عالم کی نظر میں معزز و مکرم ہونے کا معیار و پیمانہ متقی ہونا ہے، جو جتنا متقی ہوتا جائے گا خالق کی نظر میں اسی قدر معزز و مکرم ہوتا چلا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ جب میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے فتح مکہ کے موقع پر بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر اذان دینے کے لئے کہا، اللہ کی بڑائی بلند کرنے کے لئے کہا تو رؤسائے قریش اور عرب کے بڑے بڑے سرداروں کو سانپ سونگھ گیا، ایسا لگتا تھا

☆ سورۃ الحجرات آیت نمبر 13

کہ اس سے زیادہ کرب وتکلیف کا لمحہ ان کی زندگی میں کبھی پیش نہیں آیا کیونکہ وہ خانہ خدا جو حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے تک ہر دور میں نہایت اہم مقام وفضیلت کا حامل رہا، جس کو ہر دین وملت والا انتہائی عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا ایسی مرتبے وفضیلت والی جگہ پر کیا اذان دینے کے لئے ایک موٹے ہونٹ، کالی رنگت والا غلام ہی ملا تھا جس کا نہ اعلیٰ حسب نسب سے تعلق تھا، نہ بلاغت وفصاحت میں کمال رکھتا تھا، نہ ہی حسن وجمال رکھتا تھا، اور نہ ہی مال ودولت سے واسطہ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ان کے بنائے ہوئے عزت وتکریم کے معیار زمین بوس ہونے لگے تو ان کی زبانوں سے یہ الفاظ نکلے " **مَاوَجَدَ مُحَمَّدٌ اِلَّا هٰذَا الْغُرَابَ** " (اس کالے کوے کے سوا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) **کو کوئی** نہ ملا تھا) (معاذ اللہ)

بس یہ تکبرانہ جملے نکلنے تھے اس رب لم یزل کی غیرت کو جوش آ گیا اور **جبرائیل کو حکم** دیا جاؤ ان عزت وتکریم کے معیار بنانے والوں کو بتا دو کہ یہ تمہارے بنائے ہوئے معیار وپیمانے ہیں جبکہ تمہارے پیدا کرنے والے کا معیار یہ ہے " **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ** " (بے شک تم میں سب سے زیادہ معزز ومکرم اس **کی** بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے) ☆ یعنی وہ تمہاری رنگت کو نہیں دیکھتا، تمہارے اعلیٰ حسب ونسب کو نہیں دیکھتا، مال وثروت کو نہیں دیکھتا وہ تو حبیب کی سنگت کو دیکھتا ہے کیونکہ تقویٰ حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع کا نام ہے، انکے نقش قدم پر چل کر زندگی گزارنے کا نام ہے اور جو جتنا نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع میں کامل ہوجاتا ہے وہ اسی قدر اللہ کا محبوب بن جاتا ہے، یہ میں

☆ سورۃ الحجرات آیت نمبر 13

نہیں کہتا بلکہ قرآن کہتا ہے "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" ☆ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، اس سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اس معیار پر پورے اترنے کی ایک ہی شرط ہے فَاتَّبِعُوْنِيْ میرے حبیب کی اتباع کرلو، پہلے تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے اور اتباع مصطفٰے کے بعد يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ میں تم سے محبت کروں گا۔

نتیجہ:

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ جو متقی بن جائے گا وہ اللہ کا محبوب ہو جائے گا۔ اور قرآن دوسرے مقام پر ارشاد فرما رہا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ☆ (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ) ☆ یہاں سے قارئین کی توجہ اس نکتے کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ روزے کے فوائد تو بے شمار ہیں، حکمتیں تو لامحدود ہیں جن میں سے کچھ اس کتاب میں بھی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اس حکمت میں کس قدر گہرائی ہوگی کہ جس کو خود خالق کائنات یہ کہہ کر بیان کر رہا ہو کہ اے ایمان والو ہم نے روزے اسی لئے فرض کئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی بن جاؤ، تمہیں دولت تقویٰ نصیب ہو جائے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جو متقی بن جاتا ہے وہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے، اب اگر تناظر میں آیت کو پڑھیں گے تو معنی یہ ہونگے کہ روزے ہم نے اس لئے فرض کئے ہیں کہ تم ہمارے ہو جاؤ، ہماری محبت حاصل کرلو۔

☆ سورۃ آل عمران آیت نمبر 31 ☆ سورۃ البقرہ آیت نمبر 183

رمضان اور قرآن

Ramzan & Quran

انسانی آرزو:

یہ انسانی خواہش ہے، آرزو ہے کہ وہ دنیا کی تمام نعمتوں اور آسائشوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان وہ **Field** یا وہ فن اختیار کرتا ہے جس کی بناء پر وہ اپنی ان خواہشات کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے، لہذا کوئی پائلٹ بننے کو ترجیح دیتا ہے کہ اگر وہ پائلٹ بن گیا تو اچھی تنخواہ ملے گی، عمدہ رہائش ہوگی، ساتھ ساتھ سیر وسیاحت کا شوق بھی پورا ہوجائے گا۔ کوئی ڈاکٹر بننے کو ترجیح دیتا ہے کہ اگر ایک بار باہر سے ڈاکٹر کی ڈگری لے کر آ گیا تو ملک کا مشہور و معروف ڈاکٹر یا سرجن بن جاؤں گا، ایک آپریشن کرنے کے لاکھوں میں فیس وصول کروں گا وغیرہ وغیرہ، لیکن ضروری نہیں کہ انسان کو وہ تمام نعمتیں مل جائیں یا وہ تمام آرزوئیں پوری ہوجائیں جس کے لئے اس **Field** کا اس نے انتخاب کیا تھا، اس بات کا ہمیں بخوبی اندازہ اپنے معاشرے میں رہنے والے ڈاکٹرز، انجینئرز یا کسی بھی فیلڈ سے تعلق رکھنے والے افراد کو دیکھ کر ہوسکتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ انہوں نے چاہا وہ سب کچھ انہیں مل گیا۔

قرآن اور انسانی خواہشات:

جبکہ دوسری طرف جب ہم ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے قرآن پڑھنے والے کو دیکھتے ہیں کہ جس نے الحمد سے لیکر والناس تک قرآن کے الفاظوں کو بھی سینے میں بسا

لیا اور اسکے معانی ومطالب سمجھنے میں بھی عمر لگا دی تو حبیب خدا علیہ الصلوۃ والسلام اس انداز میں اس کی شان بیان کرتے ہیں کہ رب کائنات ارشاد فرماتا ہے "مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسْئَلَتِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ" ☆ (جس کو میرے ذکر اور سوال کرنے سے قرآن نے مشغول کر دیا ہے اس کو میں سوال کرنے والوں سے بڑھ کر عطا کرتا ہوں) یعنی ایسا شخص جو کبھی قرآن کے الفاظ یاد کر رہا ہے تو کبھی معانی کے سمندر میں غوطہ لگا کر موتی تلاش کر رہا ہے، کبھی سائنسی توجیہات پیش کر رہا ہے تو کبھی قرآن ہی سے فقہی احکامات استنباط کر رہا ہے غرضیکہ ان الہامی قوانین کو زندگی کے ہر شعبے میں Apply کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس انہاک میں اسے اپنے رب سے مانگنے کا بھی ہوش نہیں رہا تو خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے کہ فکر نہ کر اے قرآن پڑھنے والے "اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ" کہ وہ لوگ جو مجھ سے مانگ کر، ہاتھ پھیلا کر لیتے ہیں، میں تجھ کو بن مانگے ان سے بڑھ کر عطا کر دوں گا۔

الفاظ حدیث کی وسعت:

اب حدیث مبارکہ کے یہ جملے اپنے پڑھنے یا سننے والوں کو دعوت فکر دے رہے ہیں کہ اس مقام پر رب ذوالجلال نے کسی قسم کی کوئی قید یا Condition نہیں لگائی، یہ نہیں فرمایا کہ دولت مانگنے والے کو دولت عطا کرتا ہوں یا عزت کے طلبگار کو عزت سے نوازتا ہوں یا شہرت کے طالب کو شہرت عطا کر دیتا ہوں بلکہ فرمایا کہ جو مانگنے والا مجھ سے اپنی جائز آرزوؤں کی تمنا کرتا ہے اس کو تو دیتا ہی ہوں لیکن اس قرآن پڑھنے والے کو اس سے بھی بڑھ کر یہ نعمتیں عطا

☆ ترمذی ج2 ص116 ابواب فضائل القرآن ما جاء کیف کانت قرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کرتا ہوں (سبحان اللہ) یہی وجہ ہے کہ کوئی دولت کا طالب اس سخی وکریم کے در سے دولت لے کے جاتا ہے تو یہ قرآن پڑھنے والا بن مانگے دولت مند بن جاتا ہے، کوئی عزت کا طلبگار برسوں مانگ کر عزت حاصل کرتا ہے تو یہ قرآن کے معانی ومفاہیم سے سینے کو روشن کرنے والا چند دنوں میں معزز ومکرم بن جاتا ہے، کوئی علم کے حصول کا خواہش مند عمریں بتا کر کسی ایک فیلڈ کے اسرار ورموز سے واقف ہوتا ہے اور جام قرآن کو ادب ومحبت سے پینے والا چند لمحوں میں کائنات کے اسرار ورموز سے پردے ہٹا دیتا ہے لیکن ان تمام کمالات ونعمتوں کے حصول کی شرط وہی ہے جس کی طرف حدیث پاک میں ارشاد کر دیا گیا کہ اس طرح پڑھے جس طرح پڑھنے کا حق ہے یعنی اللہ سے مانگنے کا بھی ہوش نہ رہے، یہ محبت وانہاک کا عالم ہو قرآن پڑھنے اور سمجھنے میں، ایسا نہ ہو جیسا آج کا مولوی وملا پڑھتا ہے کہ قرآن جیسی عظیم کتاب کو دو وقت کی روٹی کا ذریعہ بنالیتا ہے، لوگوں کے گھروں پر جا جا کر مانگتا ہے یا ایسا مولوی جو منبر پر قرآن پڑھ کر لوگوں کو وعظ ونصیحت سناتا ہے جبکہ اپنے حجرے اور کمروں میں جانے کے بعد دنیا بھر کی کالکیں اور گندگیاں اپنے چہرے پر مل لیتا ہے بلکہ میں تو اکثر اپنے طلباء ومحبین سے کہتا ہوں جو اس انداز میں قرآن کے ساتھ ظلم و ناانصافی کرتے ہیں ہونا تو یہ چاہئے کہ قرآن انہیں ذلیل ورسوا کر دے کہیں شکل دکھانے کے قابل نہ رہیں لیکن یہ صاحب قرآن کا صدقہ ہے کہ یہ قرآن ان کی پردہ پوشی بھی کرتا ہے اور ان کا پیٹ بھی بھرتا ہے غرضیکہ کوئی قرآن کو صحیح معنی میں پڑھنے اور سمجھنے والا ہو تو وہ ان کمالات اور نعمتوں کا خود مشاہدہ کرتا ہے کہ جنکی آرزو وتمنا ایک دنیادار کرتا رہ جاتا ہے۔

تکمیل خواہشات کا ذریعہ:

اب یہ اس کائنات کے تخلیق کرنے والے کا امت محمد مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر احسان عظیم ہے کہ وہ ہر سال رمضان المبارک کی صورت میں ایک ایسا موقع فراہم کرتا ہے کہ جس میں مسلمان قرآن کو صحیح انداز میں پڑھ کر اور سمجھ کر ان تمام کمالات ونعمتوں سے دامن کو مالا مال کریں جن کی وہ تمنا وآرزوئیں کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تھا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ درس حدیث چھوڑ کر تلاوت قرآن میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔اور امام اعظم و امام شافعی رحمہما اللہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ ایک رمضان میں ساٹھ ساٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے، اسی لئے تو عرب وعجم کے امام بن گئے کہ جنہوں نے قرآن کو رہبر بنالیا تھا قیامت تک لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں۔

رمضان اور شب بیداری

Ramzan & Rising of Night

جب کوئی محبّ اپنے محبوب سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو قرب ایک ایسا پیمانہ ہے جو اس کے سچے یا جھوٹے ہونے پر دلیل ہے۔ اگر تو وہ قرب و وصال کی لذتوں سے آشنا ہی نہیں لحات قرب میں لطف وسرور ہی محسوس نہیں کرتا تو یوں سمجھئے وہ زبانی کلامی محبت کے دعوے کر رہا تھا اور اگر وہ محبوب کے قرب و وصال کے لئے بے چین و بے قرار رہتا ہے، لحات قرب کے لئے دنیا کی تمام لذتوں اور نعمتوں کو قربان کر دیتا ہے تو بلا شک وشبہ وہ اپنے محبوب کا دیوانہ ہے، اس کی زندگی کا مقصد وصال محبوب ہے۔ مجھے وہ حدیث مبارکہ یاد آتی ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک رات میری باری تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے "یَاعَائِشَۃُ اِئذِنِیْ لِیْ اَتَعَبَّدُ لِرَبِّیْ قَالَتْ اِنِّیْ اُحِبُّ قُرْبَکَ وَ اُحِبُّ ھَوَاکَ"، اے عائشہ میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں مجھے اجازت دے دو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں تو آپ کا قرب چاہتی ہوں لیکن یہ بھی تمنا ہے کہ آپ اپنے رب کی عبادت کریں (غرضیکہ) آپ نے وضو فرمایا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، کھڑا ہونا تھا کہ اتنا روئے داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر سجدے میں جا کر اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی، اس رونے میں ایسا لطف وسرور تھا، وہ قرب و وصال کی منزلیں طے ہو رہی تھیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی کروٹ کے بل لیٹ کر دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لئے آگئے ☆ اس حدیث مبارک میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا نماز میں کھڑے

ہونے کے لئے بیقرار ہونا اور کھڑے ہوکر بے اختیار رونا اپنے رب سے کمال قربت پر دلالت کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب انسان قرب کے اس اعلیٰ مقام ومرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو دنیاوی تکالیف بھی کچھ اہمیت نہیں رکھتیں بلکہ وہ اسکی نظر میں ہیچ ہوجاتی ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث میں آتا ہے **عَنِ الْمغیرۃ قَالَ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم** حضرت مغیرہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام عبادت کے لئے کھڑے ہوئے) **حتّٰی تورّمت قدماہ** (تو کثرت قیام کی وجہ سے آپ کے قدم مبارک پر ورم آگیا، سوجھ گئے) **فَقِیْلَ لَہٗ لِمَ تَصْنَعُ ھٰذَا** (تو آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں یعنی پوری پوری رات کیوں کھڑے ہوکر بسر کرتے ہیں **وَقَدْ غُفِرَ لَکَ مَا تقدّم من ذنبك وَما تأخّر** (جب کہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ کے اگلے پچھلے ذنوب کو معاف فرمادیا گیا ہے یعنی رب کعبہ نے تو قرآن میں اعلان کرکے آپ کو معصوم قرار دے دیا ہے، یہ مقام تو آج تک کسی کو عطا نہیں کیا گیا، ہاں ایک گنہگار اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے پوری پوری رات کھڑے ہوکر یا سجدوں میں بسر کرے تو بات سمجھ میں آتی ہے، تو میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے کس خوبصورت انداز میں جواب ارشاد فرمایا **اَفَلا اَکُوْنَ عَبداً شکوراً** (کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں) ☆

اب اس حدیث مبارک میں لفظ شکور قابل توجہ ہے، اگر نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام چاہتے تو اس کی جگہ شاکر بھی استعمال کرسکتے تھے، اس کے معنی بھی شکرگزار کے ہیں لیکن آپ نے شاکر (اسم فاعل) کو چھوڑ کر **شکور** (اسم مبالغہ) کا صیغہ استعمال فرمایا، بتانا یہ مقصود تھا کہ جب بندہ قرب کی انتہا کو پہنچ جائے تو وہاں

☆ بخاری ج1 ص152، مسلم ج2 ص377، ترمذی ج1 ص55 ☆ تفسیر ابن کثیر ج1 ص693 مطبوعہ بیروت

تکالیف پر نظر نہیں ہوتی بلکہ شکر کی زیادتی پر نظر رکھنی چاہیے کیونکہ مصائب وتکالیف پر نظر کرنا یہ گلے شکوے پر دلالت کرتا ہے اور مقام قرب شکر کا تقاضہ کرتا ہے غرضیکہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے پاؤں کے متورم ہونے کے باوجود بھی راتوں کو کھڑے ہوکر رو رو کر اپنی امت کو یہ درس دے دیا کہ ایک بار اس قرب ووصال کی ٹھنڈک کو محسوس کر کے دیکھو تمام تکلیفوں کی شدت کو بھولتے چلے جاؤ گے۔

رمضان اور مئے وصال:

چنانچہ یوں تو ہر رات میرے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے امتیوں کو مئے وصال پینے کی ترغیب دیتے تھے لیکن جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو اسکا اہتمام بڑھ جاتا تھا، خود بھی ان لذتوں سے کیف حاصل کرتے اور گھر والوں کو بھی اس کیف وسرور سے آشنائی عطا کرتے۔ حدیث شریف میں آتا ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام) شَدَّ مِیْزَرَۃً (اپنا کمر بند مضبوط باندھ لیتے یعنی عبادت کی تیاری کرتے) وَ اَحْیٰی لَیْلَۃً (اور رات کو زندہ کرتے یعنی پوری پوری رات جاگتے) وَ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ (اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے)☆ اور یہی وجہ اور حکمت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے لیلۃ القدر کو متعین نہیں فرمایا کہ کہیں میری امت ایک ہی رات پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائے اور بقیہ راتوں میں عبادت وشب بیداری کو ترک کر دے کیونکہ اس ماہ مبارک کی تو ہر رات کھڑے ہوکر بسر کرنے میں ہر شب اس کے حضور رو رو کر بتانے میں وہ انعامات وکمالات

☆بخاری ج1ص271، مسلم ج1ص372

ہیں جن کی طرف میرے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے اس انداز میں اشارہ فرمادیا **مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ** ☆ کہ جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا ایمان کی بناء پر اور طلب ثواب کے لئے اس کے پچھلے گناہ بخش دیے گئے)

اس مقام پر رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے لفظ ایمان کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ کردیا کہ اس ماہ مبارک کی راتوں میں شب بیداری کرنے والے کو وہ دولت ایمان بھی ملے گی جس کے آگے کائنات کی تمام دولتیں ہیچ ہیں، ایمان کی حقیقی حلاوت بھی نصیب ہوگی اور "**احتساب**" کا لفظ ذکر کر کے یہ بتلا دیا کہ اس کی رضا کا بھی مستحق ہوگا اور جود وعطا کا بھی اور کرم بالائے کرم یہ کہ زندگی میں جو کوتاہیاں یا غلطیاں ہوگئیں رب کریم اپنے کرم سے وہ بھی معاف فرمادے گا۔ (سبحان اللہ)

☆بخاری جلد 1 ص 10، مسلم ج 1 ص 259، ترمذی ج 1 ص 86، ابن ماجہ ص 94

رمضان اور اعتکاف

Ramzan & Seclusion

اعتکاف کا کیا فلسفہ ہے یا یوں کہیے کہ اعتکاف سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ انسان ہر کام میں ہمیشہ غرض، یا فائدہ ڈھونڈتا ہے اور اگر اس شئی میں اسے کوئی غرض یا فائدہ نہ ملے تو وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس میں دل چسپی نہیں لیتا لہذا اعتکاف کا فلسفہ یا فائدہ جاننے سے پہلے ہمیں اسکے عربی زبان یا لغت کے اعتبار سے معنی سمجھنے ہونگے۔

اعتکاف کا لغوی معنی:

عربی زبان میں اعتکاف عَکَفَ یَعْکِفُ عُکُوْفاً سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں متوجہ ہونا یا مشغول ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص دوسرے کاموں سے توجہ ہٹا کر کسی ایک کام کی طرف متوجہ ہو جائے یا اس میں مشغول ہو جائے تو عرب والے اسے العاکف علی شئی کہتے ہیں، اس معنی کو سمجھنے کے بعد یہ بات تو اچھی طرح واضح ہو گئی کہ جب انسان کسی ایک معاملہ کی طرف متوجہ ہوگا تو لامحالہ اس کا ذہن اسی شئی کی طرف غور و فکر کر رہا ہوگا، ایسا نہیں ہوگا کہ وہ توجہ بھی کر رہا ہو اور دھیان کہیں اور ہو مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شاگرد اپنے استاد کی بات سن تو رہا ہوتا ہے لیکن اس کا دماغ کہیں اور ہوتا ہے تو استاد فوراً کہتا ہے کہ بیٹا اس بات کو توجہ سے سنو، یعنی بقیہ تمام امور یا معاملات سے ذہن ہٹا کر صرف اس مسئلہ کی طرف ذہن کو مرتکز کر لو۔

ارتکاز ذہن کیوں ضروری ہے:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ارتکاز ذہن (Concentration) کیوں ضروری ہے یا انسان اپنا ذہن کسی ایک شئی پر کیوں مرتکز کرے، اس کا سادہ سا جواب ہے اس لئے کہ وہ اس شئی کو حاصل کرنا چاہتا ہے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کسی Scientific proof یا عقلی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ یہ روز مرہ کے مشاہدات و تجربات ہیں مثلاً ایک شخص عالم بننا چاہتا ہے، قرآن وحدیث کو سمجھنا چاہتا ہے یا ڈاکٹر، انجینئر یا اس دنیا میں کوئی بھی علم یا فن حاصل کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ بغیر پڑھے، محنت کیے وہ علم یا فن حاصل کرسکتا ہے؟ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا کیونکہ محنت، لگن، پڑھنا حتی کہ آرزو و تمنا کرنے کا تعلق بھی ارتکاز ذہن سے ہے۔

اس موقع پر Elias Howe کا واقعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا جس نے 1845ء میں سلائی مشین ایجاد کر کے کپڑے کی تیاری میں انقلاب برپا کردیا لیکن ایک مسئلے نے اسے مشکل میں ڈال دیا کہ اس نے سلائی مشین میں سوئی میں دھاگا ڈالنے کے لئے چھید یا سوراخ اوپر کی طرف رکھا جس کی وجہ سے کپڑے سینے میں بہت دشواری پیش آتی اور دھاگہ بار بار ٹوٹ جاتا، وہ ہمہ وقت اسی الجھن میں رہتا کہ اس مسئلے کو کیسے حل کرے غرضیکہ اس نے ایک دن سوتے میں خواب دیکھا کہ کچھ حبشیوں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کی جان کے درپے ہوگئے مگر ایک شرط پر اس کی جان بخشی کا وعدہ کیا کہ وہ انہیں 24 گھنٹے میں سلائی مشین تیار کر کے دے غرضیکہ Elias Howe نے اس شرط کو قبول کرتے ہوئے سلائی مشین بنانے کی تیاری

شروع کردی لیکن صد افسوس کہ وہ اس منصوبے کو مکمل کرنے سے قاصر رہا اور نا کام ہوگیا، اب کیا تھا وہ خونخوار حبشی جو اس کا گوشت اور خون پینے کے لئے ترس رہے تھے ہاتھوں میں برچھے و نیزے لئے آگے بڑھے تو Howe نے غور سے دیکھا کہ ہر برچھے کی نوک پر سوراخ ہے، بس یہ دیکھنا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی اور ساتھ ساتھ ذہن بھی کھل گیا، کیونکہ جو الجھن اس کو برسوں سے پریشان کر رہی تھی وہ خواب میں برچھے کو دیکھ کر منٹوں میں حل ہوگئی اور پھر اس نے اپنی ایجاد کردہ سلائی مشین میں سوئی کا سوراخ اوپر کی بجائے نیچے کی طرف کر دیا۔

حضور والا! اس حقیقت کو جاننے کے بعد اس نظریئے کی مزید تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس Physical world (مادی دنیا) میں اگر انسان کو کوئی بھی علم، فن یا کوئی شئی حاصل کرنی ہو تو اس کے لئے Concentration (ارتکاز) انتہائی درجہ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ Science اب اس بات کو تسلیم کر رہی ہے کہ جب اس مادی دنیا میں کسی شئی کے حصول کے لئے ارتکاز بے حد ضروری ہے تو پھر Metaphysics (مابعد الطبعیات) کی دنیا کے اسرار و رموز، وہاں کے معارف و حقائق بغیر ارتکاز کے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ امریکہ اور یورپ میں باقاعدہ Meditation centre (مراقبہ مرکز) قائم ہو رہے ہیں اور وہاں لوگوں کو خاص طریقوں کے ساتھ مراقبہ کرنے کے طریقے اور اس کے فوائد بتائے جاتے ہیں جبکہ بدھ ازم والے تو اس کے ماہر سمجھے جاتے ہیں اور کئی محیّر العقول کمالات دکھا کر لوگوں کو مبہوت کر دیتے ہیں بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ اب تو یہ باقاعدہ علم اور فن کی صورت اختیار کر گیا ہے، اعلیٰ پیمانے

پر فیس لے کر یہ علم پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، آپ کہیں گے ایسا کہاں ہو رہا ہے، تو میں عرض کروں گا کہ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں حال ہی میں کراچی شہر میں ''ریکی'' کے نام سے ایک فن متعارف کرایا گیا ہے جس میں ارتکاز ذہن اور مراقبے کے طریقے، اصول اور ان کے ذریعے سے بیماریوں سے نجات، دل کا اطمینان، سکون، پریشانیوں کا حل بتایا اور سکھایا جاتا ہے اور ہزاروں میں فیس دے کر باہر کے سند یافتہ ڈاکٹر سے اس علم کو حاصل کرنے پر فخر کا اظہار کیا جاتا ہے، لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جس علم کو آج ہم ہزاروں روپے دے کر اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ Modern research اس کو ثابت کر رہی ہے یا Science اس کی تصدیق کر رہی ہے، میرے آقا کی سیرت 1400 سال پہلے اس راز سے پردہ اٹھا رہی ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کا آغاز اس باب (Chapter) سے کیا "كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحيِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم" کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی کا آغاز کیسے ہوا اللہ نے اپنے حبیب کو اپنے رازوں سے کب مطلع فرمایا اور اس باب (Chapter) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث مبارک کو ذکر کیا کہ آپ فرماتی ہیں اوّلُ مابُدِی به رسولُ اللّٰهِ مِنَ الْوَحيِ الرُّؤيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ" (کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی وحی کا اغاز اچھے خواب سے ہوا) پھر آپ فرماتی ہیں "ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ" (کہ تنہائی وخلوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبوب بنا دیا گیا) وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَآء (آپ غار حراء میں تنہا ہوتے) فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ (اور اس میں اپنے

☆ بخاری ج 1 ص 2

معبود کی عبادت کرتے) آگے چل کر آپ فرماتی ہیں کہ پھر ایک وقت ایسا آیا "جَاءَ الْحَقُّ وَهُوَ فِی غَارِ حِراء" (کہ آپ غار حراء میں تھے اور آپ پر وحی نازل ہوگئی) ☆یعنی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، ☆ یہ حدیث مبارک Meditation (مراقبہ) اور Concentration کی اہمیت تسلیم کرنے والوں کے لئے نہایت اہم ہے کہ جس مراقبہ اور ارتکاز کی اہمیت و فوائد وہ آج تسلیم کر رہے ہیں، مراقبہ اور ارتکاز ذہن کے اصول وضوابط متعین ومقرر کر رہے ہیں، حدیث پاک کے یہ جملے ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَاءُ (کہ تنہائی کو آپ کے لئے محبوب کردیا گیا) 1400 سال پہلے اس راز سے پردہ ہٹا رہے ہیں کہ ابتداء میں ارتکاز کے لئے اہم ترین چیز تنہائی ہے، یہی وجہ ہے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام آسائش وآرام کے ہوتے ہوئے، گھربار کے ہوتے ہوئے بھی "یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَآء" کئی کئی دنوں تک غار حراء میں تنہا رہتے، اس تنہائی میں کیا کرتے؟ "فَیَتَحَنَّثُ فِیْهِ" اس کائنات کی تخلیق کرنے والے سے اپنے رابطے کو مضبوط کرتے، اس ذات سے اپنے تعلق کو قوی کرتے جس کا نور کائنات کی ہر شئی میں جگمگا رہا ہے، نتیجہ کیا نکلا؟ "جَاءَ الْحَقُّ" (وحی نازل ہوگئی) یعنی ان اسرار و رموز سے واقف ہوگئے، اس حقیقت سے آشنا ہوگئے کہ جس کی طلب میں بڑے بڑے حکماء، فلاسفہ اور سائنسدان برسوں سے سرگرداں ہیں۔ اور یہ Meditation اور Concentration کا طریقہ صرف آغاز وحی تک کے لئے نہ تھا بلکہ اپنی امت کو اس حقیقت سے آشنا کرنے کے لئے ہر رمضان المبارک میں اعتکاف فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انَّ النَّبِی صَلَّی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ (نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو اپنے پاس بلا لیا) ☆ اصل میں سرکار دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام اپنی امت کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ سال بھر مادیت (Materialism) کے پیچھے دوڑنے کے بعد رمضان کے مہینے میں دس دن ایسے گزار لو جس میں اپنے دل و دماغ کو دنیا کے تمام خیالات وتصورات سے ہٹا کر اس کائنات کے پیدا کرنے والے کی طرف مرکوز کر لو، صرف اس ذات کی طرف Concentrate کر کے دیکھو تو تم بھی کائنات کے ایسے ان گنت اسرار و رموز سے واقف ہو جاؤ گے جسکا تم تصور نہیں کر سکتے تھے۔

☆ بخاری ج 1 ص 271، مسلم ج 1 ص 371



تعارف

نومبر 1977ء کو صاحبزادہ عزیز محمود الازہری حیدر آباد شہر میں پیدا ہوئے۔

1998ء میں "شہادۃ العالمیۃ" (مساوی ایم اے) کی ڈگری اپنے جد امجد حضرت شاہ مفتی محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ جامعہ رکن الاسلام سے باقاعدہ درس نظامیہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد گرامی بین الاقوامی شخصیت کے مالک علامہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر زید مجدہ، علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید شیخ الحدیث والتفسیر علامہ قاری عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور جامع المعقول والمنقول علامہ غلام فرید سعیدی دامت برکاتہم العالیہ جیسے علماء وصلحاء شامل ہیں۔

1999 میں National University of Modern (NUML) Languages (اسلام آباد) سے Arabic Language Course میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے کے بعد دنیاء اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعۃ الازہر کی اسکالرشپ کے لئے منتخب ہوئے۔ دو سال مصری علماء سے استفادہ کیا۔ آج کل پاکستان کی عظیم علمی و دینی درسگاہ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ (جامعۃ الازہر سے الحاق شدہ) کے انتظامی وتدریسی امور آپ ہی سنبھال رہے ہیں نیز آپ کے خطابات ARY اور لبیک چینلز پر مختلف اوقات میں نشر کیے جاتے رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی لبیک چینلز کے لئے ریکارڈ کرائے گئے خطابات ہیں جن کو کتابی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور امت مسلمہ کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔

(آمین)